ماہنامہ

فیصل آباد پاکستان

صِیانۃ

رجب المرجب ۱۴۳۰ھ بمطابق جولائی 2009ء



- عالم پناہ اوباما کا مسلم اُمہ سے خطاب — ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
- لوہار کی بھٹی — اوریا مقبول جان
- انوارِ انوریؒ — شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد انوریؒ

زیرِادارت

پیر جی مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

نعت

اِک ذات کہ جو گنبدِ خضراء میں مکیں ہے
اللہ کی تخلیق میں وہ اعلیٰ تریں ہے
ڈھونڈے سے بھی مل پائے نہ ایسی کہیں صورت
دنیا کے مصوّر کے تصوّر سے حسیں ہے
ہیں ان ہی کی تخلیق میں اللہ کے اخلاق
اوصاف میں ان جیسا کوئی تھا نہ کہیں ہے
اس روضے کی چوکھٹ ہے فقط عشق کا زینہ
ہے عشق کی منزل جو وہاں پردہ نشیں ہے
ہو ہم بھی فقیروں کو کبھی ان کی زیارت
اللہ کی قدرت میں کمی کوئی نہیں ہے
ہو اُن پہ درود اور سلام اپنی طرف سے
ہاں ان کے تقرب کا یہی ایک قریں ہے
مسلم ہی نہیں غیر بھی ان کے ہیں ثناء خواں
اغیار کا اخیار کا سب ان پہ یقیں ہے
دنیا کے حسیں حُسنِ محمد ﷺ کا ہیں صدقہ
اس حسن کے ہر عکس سے ہر ماہِ مبیں ہے
حسرت ہے کروں جا کے حبیبؔ اس کی گدائی
جس ذات کے قدموں میں مری خُلدِ بریں ہے

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ ملّیہ

فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

رجب المرجب ۱۴۳۰ھ جلد نمبر 5

بمطابق

جولائی 2009ء شمارہ نمبر 7

فہرست مضامین

فی شمارہ 20 روپے   پاکستان میں سالانہ 200 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 40 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے

ماہنامہ ملّیہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن فیصل آباد

041-8711569

ناشر.....حبیب الرحمٰن لدھیانوی مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

Decl No. 3483-85

کلمة الحبیب

عالم پناہ اُوبامہ کا مسلم اُمہ سے خطاب

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی:

ہمارے اس ماہنامہ "حبیب" کے قارئین میں سے کچھ تو میرے اس کالم "کلمة الحبیب" کو "کلمة الحق" کہتے ہیں، اور بعض کرم فرما اس کالم "کوکلمة الحبیب" کی بجائے "کلمة الرقیب" کہا کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تم ہمیشہ تنقید ہی کرتے ہو کبھی تعمیری کالم بھی لکھ دیا کرو۔ تو لیجئے اس دفعہ ہم ایک مفاہمتی کالم لکھ رہے ہیں تا کہ سند رہے۔

امریکہ کا صدر دنیا کا بادشاہ سمجھا جاتا ہے۔ اس لیئے کہ امریکہ نے دنیا میں اپنی دھاک بٹھائی ہوئی ہے۔ اس نے بڑی محنت سے اور خلوص سے اپنے ملک کی حیثیت بنائی ہے۔ ۱۹۴۴ء میں پہلی بار سپر طاقت کی اصطلاح امریکہ، سوویت یونین اور برطانیہ کے لیئے استعمال ہونا شروع ہوئی۔ جنگ عظیم دوم کے بعد جب برطانوی استعمار سکڑ رہا تھا تو امریکہ نے اس کی جگہ اپنے آپ کو منوایا۔ اس دوران امریکہ نے اپنی حکمت عملی سے چند دہائیوں میں ہی سوویت یونین کا خاتمہ کر دیا۔ اب امریکہ دنیا کی واحد سپر طاقت کہلاتا ہے۔ امریکہ نے اس کے لیئے اپنی حربی طاقت میں اضافہ کیا۔ سائنسی ٹیکنالوجی سے ایسے ہتھیار ایجاد کیئے کہ جس کا توڑ مشکل تھا۔ اس نے ہر ملک میں اپنے اڈے قائم کیے۔

آج امریکہ اپنی اس حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیئے سب کچھ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اس سال امریکہ اپنے دفاع کے نام سے 2-65 ارب ڈالر خرچ کرے گا۔ اس میں وہ رقم شامل نہیں جو وہ اپنے ایٹمی ہتھیاروں کی تحقیق یا افغانستان اور عراق میں فوجی کارروائیوں کے سلسلے میں خرچ کی جا رہی ہے۔ جو کہ ایک اندازے کے مطابق ایک سو ستر ارب ڈالر سے متجاوز ہے۔

اس وقت چودہ لاکھ چون ہزار پانچ سو پندرہ امریکی فوجی اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ جب کہ آٹھ لاکھ اڑتالیس ہزار فوجی کسی بھی وقت امریکی صدر اور کانگریس کے اشارے پر کسی

بھی مقام پر اتر سکتے ہیں۔ دنیا میں کم از کم انتالیس ممالک میں اس کے بیس فوجی اڈے ہیں۔ ان میں ایک لاکھ چالیس ہزار فوجی عراق میں، چھپن ہزار دو سو جرمنی میں، پینتیس ہزار ایک سو بائیس جاپان میں، چھبیس ہزار تین سو سینتیس جنوبی کوریا میں، اور ۱۵ ہزار ایک سو افغانستان میں موجود ہیں۔

امریکی فضائیہ کے پاس اس وقت پانچ ہزار پانچ سو ستر پائلٹ طیاروں کے علاوہ ایک سو اسی بغیر پائلٹ طیارے، دو ہزار ایک سو تیس کروز اور بر اعظم کو عبور کرتے ہوئے چار سو پچاس بالاسٹک میزائل موجود ہیں۔ دو سو تراسی بحری جہاز دنیا کے ہر ساحل پر امریکی طاقت کا اظہار کرنے کے لیے بے چین ہیں۔ جن پر سوا تین لاکھ کے قریب فوج چار ہزار بمبار طیاروں کے ساتھ دنیا کے کسی بھی گوشے کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔ جبکہ سمندری پانیوں میں چھپ کر بالاسٹک میزائلوں سے لبریز ان گنت آب دوزیں اس کے علاوہ ہیں۔ امریکی سی۔آئی۔اے کا بجٹ چوالیس ارب ڈالر سالانہ ہے۔ جبکہ ایف۔بی۔آئی پر سالانہ دس ارب ڈالر خرچ ہوتے ہیں۔ امریکہ خلائی تحقیق میں چاند تک پہنچا۔ ایک سو ارب ڈالر کی لاگت سے خلاء میں زمین سے ساڑھے تین سو کلومیٹر کی بلندی پر پہلا تحقیقی ادارہ سال ۲۰۱۱ء تک قائم کرے گا۔ گذشتہ آٹھ برسوں سے وہاں پر مستقل عملہ موجود ہے۔ گیارہ جنوری ۲۰۰۶ء سے اس کا بیری زون نامی ایک جہاز چھتیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے محو پرواز ہے۔ جو کہ چار ماہ بعد مریخ اور پھر گیارہ ماہ بعد مشتری کے مدار سے گذر چکا ہے۔ اور اب وہ ۲۰۱۵ء میں نظام شمسی کے اگلے کنارے Pluto پر اترے گا۔ امریکی خلائی ایجنسی کا دعویٰ ہے کہ یہ خلائی جہاز Pluto کے بعد اگلی منزل کی طرف پرواز کرے گا اور آج سے بیس برس بعد 2029ء میں اس نظام شمسی کی حد کو عبور کرکے کسی دوسری دنیا میں داخل ہو جائے گا۔ اور پھر اس دنیا کی تصویریں ہماری اس سرزمین پر بھیجے گا۔ یہ تو ہے امریکہ کی جدید سائنسی ٹیکنالوجی کی معراج۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا امریکہ نے واقعی اس سائنسی ترقی سے دنیا کو فتح کیا ہے۔ کیا سوویت یونین جیسی طاقت کو انہی ایٹمی بموں کے ذریعہ ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔ اس کا جواب نفی میں ہے۔ امریکہ نے جہاں بھی طاقت آزمائی کی وہاں پر اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

مگر جب اس نے حکمت کا طریقہ اختیار کیا تو کامیابی نے اس کے قدم چومے۔ اس کی مثال سوویت یونین کی تاراجی ہے۔ امریکہ نے اس کے لیے سیاسی سطح پر جو بساط بچھائی وہ بھی حیران کن ہے۔ امریکہ نے انتہائی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ اس پر کام کیا اور کامیاب ہوا۔ جیسا کہ ہم نے شروع میں لکھا ہے کہ تقسیم ہند کے وقت دنیا کی دو ہی سپر طاقتیں رہ گئی تھیں۔ ایک سوویت یونین دوسرا امریکہ۔ یہ

دونوں طاقتیں ایک دوسری کو نیچا دکھانے میں منہمک ہوگئیں۔ سوویت یونین نے اپنا حلقۂ اثر بڑھانا شروع کردیا۔ ہندوستان پہلے ہی اس کے حلقۂ اثر میں تھا۔ سوویت یونین کے ساتھ افغانستان کی سرحدیں ملتی تھیں، وہ بھی اس کے حلقۂ اثر میں تھا۔ سوویت یونین کی کوشش تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے گرم پانیوں تک رسائی حاصل کرلے۔ اس کی کوشش تھی کہ پاکستان بھی اس کے حلقۂ اثر میں آجائے۔ مگر پاکستان میں امریکی حلقۂ اثر کے لوگ حکمران تھے۔ اس میں سوویت یونین کو خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ مگر کوشش جاری رہی۔ دوسری طرف کچھ ایسے ممالک تھے جن میں سوویت یونین کی حمایت تھی انہیں اپنی دسترس میں لانے کے لیے امریکہ نے وہاں پر اپنی فوجیں داخل کردیں۔ جس میں ویت نام سرفہرست ہے۔ ۱۹۶۹ء میں امریکہ وہاں سے شکست کھا کر نکلا۔ اس سے امریکہ کی پوزیشن کمزور ہوگئی۔ سوویت یونین نے سرمایہ داری نظام کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس کے اس خوبصورت اور پُرفریب نعرے میں ان ملکوں کے عوام آگئے جن ملکوں میں جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام جڑیں پکڑے ہوئے تھا۔ ان میں پاکستان سرفہرست تھا۔ ۱۹۷۰ء میں پاکستان میں الیکشن ہوئے جس کے نتیجے میں پاکستان دولخت ہوگیا۔ مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت قائم ہوگئی جو کہ سوشلزم کے داعی تھے۔ اور سوویت یونین کے زیادہ قریب تھے۔ امریکہ کی یہ سب سے بڑی شکست تھی۔ بھٹو کا اقتدار میں آنا امریکہ کے لیے نیک شگون نہ تھا۔ بھٹو کو مذہبی سیاست کرنے والی جماعتوں نے قبول نہیں کیا۔ ماسوائے جمعیۃ علماء اسلام مفتی محمود گروپ کے بعض مذہبی سیاست کرنے والی جماعتوں (جس میں جمعیۃ علماء اسلام شامل نہیں تھی) نے بھٹو پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا، امریکہ کے لیے یہی نکتہ کافی تھا۔ امریکہ نے سب کچھ چھوڑ کر اس علاقے پر توجہ دی۔ چنانچہ ۱۹۷۰ء سے ۱۹۸۰ء کے درمیان پاکستان، افغانستان اور ایران میں اہم تبدیلیاں ہوئیں۔

امریکہ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ۱۹۷۳ء میں افغانستان میں ظاہر شاہ کی چالیس سالہ بادشاہت اس کے قریبی عزیز سردار داؤد کے ذریعہ ختم کردی۔ یہ امریکہ کی اس خطے میں پہلی کامیابی تھی۔ سردار داؤد امریکی کیمپ کا آدمی تھا۔ دوسری طرف بھٹو کو ہٹانا امریکہ کے لیے ضروری تھا۔ ایک تو اس لیے کہ وہ سوویت یونین کے قریب تھا دوسرے بھٹو کو عالمی لیڈر بننے کا شوق تھا۔ بھٹو نے عالمی اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور میں منعقد کرکے اسلامی دنیا کی طرف سے آزاد اور خودمختار ہونے کا پیغام دیدیا۔ لہذا ۱۹۷۷ء میں نظام مصطفےٰ نامی تحریک کے ذریعہ بھٹو کی حکومت کا خاتمہ کردیا۔ اور فوج کو حکومت میں لایا گیا۔ جس نے آتے ہی افغانستان کے ساتھ قریبی تعلقات پیدا کیے۔ ۱۹۷۹ء میں بھٹو

کو پھانسی دینے کے بعد امریکی اشارے پر جنرل ضیاء الحق نے افغانستان کے سربراہ سردار داؤد کو پاکستان بلایا اور شالامار باغ لاہور میں ایک پُرتکلف استقبالیہ دیا۔ جس میں افغانستان کے ساتھ قریبی تعلقات قائم کرنے کے عہد وپیمان باندھے گئے۔ سوویت یونین بڑی فکرمندی کے ساتھ افغانستان کو اپنے ہاتھ سے نکلتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ سردار داؤد جب پاکستان سے واپس گیا تو اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد سوویت یونین کی فوجیں افغانستان میں داخل ہوگئیں۔ اور انہوں نے سردار داؤد کو قتل کرکے اس کے جگہ نور محمد ترہ کئی کو سربراہ بنا دیا۔ مگر ہوا یہ کہ افغانستان کے مذہبی قوتیں میدان میں آ گئیں۔ اور بھرپور مسلح مزاحمت شروع کردی۔ امریکہ نے ابتداء میں تقریباً دو سال تک اس حوصلے کی جنگ کو دیکھا اور پرکھا۔ امریکہ نے دیکھا کہ ہر جگہ اسلحہ کامیاب نہیں ہوتا بلکہ حوصلہ ہی اصل چیز ہے۔ چنانچہ وہ امریکہ جو کہ ویت نام میں مار کھا چکا تھا وہ پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ مذہبی لوگ اسلام کے نام پر جہاد کرکے اپنی جانیں دے رہے ہیں تو اس نے اپنی افرادی فوجی قوت بچانے کے لئے مجاہدین کا نام استعمال کرکے ان کی بھرپور مدد کی۔ اسلحہ، ٹریننگ اور مال سے بھرپور مدد کی اور سوویت یونین کو تاراج کر ڈالا۔

ایران میں شہنشاہ نے آنکھیں دکھائیں تو اس کے خلاف بھی مذہبی تحریک چلائی گئی۔ اس تحریک کا ہراول دستہ آیت اللہ خمینی کی رہبری میں اس کے مسلک کے علماء اور مدارس تھے۔ ان سے کام لیا گیا۔ خمینی صاحب کو باقاعدہ فرانس میں سہولت دی گئی۔ وہ فرانس سے کامیاب انقلابی لیڈر کے طور پر تہران میں اترے۔ مگر وہ امریکہ کے مخالف ہوگئے۔ مرگ بر امریکہ کے نعرے نے جب زور پکڑا اور خمینی صاحب نے سوویت یونین کے ساتھ تعلقات بڑھانے شروع کیے تو ایران کو عراق کے ساتھ الجھا دیا۔ تاکہ سوویت یونین کے ساتھ لڑی جانے والی سرد جنگ پر اثر نہ پڑے۔ تقریباً آٹھ سال یہ دونوں ملک لڑتے رہے۔ مگر نتیجہ وہیں کا وہیں رہا۔ اسی دوران سوویت یونین ٹوٹ گیا۔ اور امریکہ اپنے آپ کو اپنی حکمت عملی کی وجہ سے دنیا کی سپر پاور کہلانے لگا۔ سوویت یونین کی شکست کو امریکہ نے تاریخ کے خاتمے کا نام دیا۔

امریکہ نے ان دونوں منصوبوں میں طاقت کا استعمال نہیں کیا بلکہ اپنی ذہانت کو استعمال کیا جس کی وجہ سے وہ کامیاب ہوا۔ اس سے پہلے امریکہ نے ہمیشہ اپنی طاقت استعمال کی۔ جس کی وجہ سے وہ ناکام ونامراد ہوا۔ اس کی مثال ویت نام، نکاراگوا، فلپائن۔ وغیرہ ہیں۔ طاقت کے ذریعہ سے کسی جگہ پر قبضہ تو کیا جاسکتا ہے مگر کسی کو فتح نہیں کیا جاسکتا۔ مقبوضہ علاقہ کے لوگ شکست خوردہ نہیں ہوتے

بلکہ مقبوضہ ہوتے ہیں۔ فاتح وہ ہوتے ہیں جن کو شکست خوردہ لوگ قبول کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ افغانستان اور عراق میں لوگوں نے شکست تسلیم نہیں کی۔ کچھ لوگ دل خوش کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ افغانستان اور عراق میں صرف چند شر پسند عناصر ہیں ورنہ اکثریت نے امریکی فوج کو قبول کر لیا ہے۔ یہ بات اپنے آپ کو دھوکہ دینے یا اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے تو کہی جا سکتی ہے مگر بذات خود امریکہ بھی اپنی اس کارکردگی سے مطمئن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ ہم لوگوں کو ڈومور یعنی اور کرو کہہ رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ معرکہ میں اقلیت ہی براہ راست شریک ہوتی ہے اور اکثریت خاموشی سے دامے، درمے، سخنے ان معرکہ آراؤں کا ساتھ دیتی ہے۔ اگر اکثریت ساتھ نہ ہو تو معرکہ آرا کبھی سر نہیں اٹھا سکتے۔

امریکہ نے جو جنگ حکمت عملی کے ساتھ اپنی افرادی قوت بچا کر جیتی، وہی جنگ اب وہ اپنے غرور اور تکبر کی بنا پر ہارنے کی طرف جا رہا ہے۔ جہاں پر حکمت عملی کی پہلے سے زیادہ ضرورت تھی وہاں پر اس نے طاقت کا بھرپور استعمال کرنا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ جنگ صرف افغانستان یا عراق یا پاکستان تک محدود نہیں رہی بلکہ پوری دنیا میں پھیل گئی۔ آج امریکہ کے ساتھ ساتھ پورا یورپ، پورا عالم عرب، پورا ایشیا، اسلامی شدت پسندی کے نام سے لرز رہا ہے۔

سوویت یونین کے ساتھ جب افغانستان میں جنگ لڑی جا رہی تھی تو اس وقت پورا عالم اسلام حکمرانوں سمیت معرکہ آراؤں کے پیچھے ایک مضبوط دیوار کی طرح کھڑا تھا۔ اور ان سب نے نادانستہ طور پر امریکہ کو سپر طاقت بننے میں بھرپور مدد کی۔ اس وقت دنیا میں امریکہ یا اس کے مفادات کو کہیں خطرہ نہیں تھا۔ مگر امریکہ نے دانائی کی بجائے ہٹ دھرمی اختیار کی۔ جب امریکہ کے حکمرانوں پر حکمت کی جگہ حکومت کرنے کا بھوت سوار ہو گیا تو معرکہ آراؤں نے اس کا سارا نشہ ہرن کر دیا۔ امریکہ کو چاہیے تھا کہ سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد اپنے مفادات کو سامنے رکھ کر حکمت عملی سے معاملات طے کرتا تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ سانپ بھی مر جاتا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹتی۔

امریکہ بظاہر افغانستان میں معرکہ آراؤں کے معاون کی حیثیت سے آیا مگر کامیابی کے بعد ہاتھ ملانے کے بجائے وہاں پر قابض ہو گیا۔

امریکی صدر بارک حسین اوبامہ نے اب جو امت مسلمہ کو خطاب کیا ہے ہم اس کو تنقیدی نگاہ کے بجائے حسن ظن سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ مگر کیا کریں تجربات ہی کچھ ایسے ہوئے ہیں کہ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

لوگ ڈرتے ہیں دشمنی سے تری

ہم تری دوستی سے ڈرتے ہیں

والا معاملہ ہو گیا۔

امریکہ کا حکمران دوسرے لفظوں میں عالم پناہ کہلاتا ہے۔ جب اس کا حکمران کسی کو خطاب کرے گا تو اس کو معمولی نہیں سمجھا جائے گا۔ جب صدارتی عہدے کے لیئے اوبامہ حلف اٹھا رہا تھا تو حلف لینے والے نے حلفیہ عبارت میں اس کا نام باراک اوبامہ بولا تو اس نے اپنا پورا نام باراک حسین اوبامہ کہہ کر حلف اٹھایا تھا۔

صدر اوبامہ نے اپنے خطاب میں امت مسلمہ کو مخاطب کیا ہے۔ مسلمان حکمرانوں کو نہیں۔ اس لیئے کہ وہ تو پہلے ہی امریکہ کے زیر سایہ حکومت کر رہے ہیں۔ مسلمان حکمران امریکہ کی تسلی کے لیئے وہ کام نہیں کر سکے جو کہ وہ چاہتا تھا۔ مسلم حکمرانوں نے امریکہ سے مال و زر بڑی ڈھٹائی سے وصول کیا اور اب تک جگہ جگہ مال دیدو کی صدائیں لگا رہے ہیں۔ مگر امریکہ نے تجربہ کر لیا کہ سب کچھ کرنے کے باوجود مسلمان عوام امریکہ کے خلاف ہی ہو رہے ہیں۔

اگر اوبامہ انتظامیہ واقعی اس میں مخلص ہے تو اس کو چاہیئے کہ تو مسلمان حکمرانوں کو چھوڑ کر عامة المسلمین سے رابطہ کرے۔ عامة المسلمین اس لیئے شک وشبہ میں مبتلا ہیں کہ مسلمان حکمرانوں نے عامة المسلمین کا کوئی فائدہ نہیں کیا بلکہ ان کو ان حکمرانوں نے مجبور و بے کس بنا دیا ہے۔ جب چاہتے ہیں اپنی جان چھڑانے کے لیئے عامة المسلمین کو چارے کے طور پر امریکہ کے سامنے پھینک دیتے ہیں۔ اور ان کو دہشت گرد کے نام سے متعارف کراتے ہیں۔

عامة المسلمین کے ذہنوں میں امریکہ کے لیئے اس وقت نفرت آئی جب کہ امریکہ کے صدر بش نے نائن الیون کی آڑ میں شروع کی گئی جنگ کو " کروسیڈ وار" کے نام سے متعارف کرایا۔ اس سے ہر مسلمان یہ سمجھتا آیا ہے کہ یہ جنگ دہشت گردی کے خلاف نہیں بلکہ مسلمانوں کے خلاف ہے۔ اس لیئے باراک حسین اوبامہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس خلجان کو دور کریں۔

دوسری بات یہ کہ امریکہ اپنے مفادات کو مدنظر رکھ کے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ ہمارے نزدیک اپنے مفادات کو حاصل کرنا کوئی برائی نہیں۔ مگر اس میں اگر کچھ اصولوں کو سامنے رکھا جائے تو کوئی پریشانی نہیں ہو سکتی۔

سب سے پہلے امریکہ کو چاہیئے کہ وہ ان علاقوں میں جہاں وہ برسرپیکار ہے وہاں سے اپنی فوجی قوت میں کمی کرے۔ ڈرون کے حملے بند کرے۔

امریکہ اگر ان علاقوں میں جہاں پر اس کے مالی مفادات ہیں ان کو معاہدے کی شکل میں ان

مسلمانوں کے سامنے پیش کرے جو کہ ان میں رکاوٹ ہیں تو میرا خیال ہے کہ ان معرکہ آراؤں کی تحفظات کو ملحوظ رکھ کر سارا کام آسان ہو جاتا ہے۔ شروع اسلام میں جناب نبی کریم ﷺ کے زمانے میں غیر مسلموں سے معاہدے کیئے گئے۔ اور اس کے بعد بھی اس قسم کے معاہدے ہوتے رہے۔ اس کے لیئے ضروری ہے کہ امریکہ مسلمان حکمرانوں کی بجائے ایسے وفود ترتیب دے کہ جو ان علاقوں میں جاکر ان معرکہ آراؤں سے مذاکرات کریں۔ اور ان کے تحفظات کو سمجھیں اور اپھر ان کو تکامل کریں کہ اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں ہے۔

سب سے بڑا مسئلہ ان علاقوں میں مذہب اسلام کا تحفظ اور ان کی علاقائی روایات اور کلچر کا نہ بدلنا ہے۔

امریکہ میں سات ملین مسلمان آباد ہیں۔ وہاں بظاہر ان مسلمانوں کو اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ مسجد بنانے، مدرسہ بنانے، نماز پڑھنے، نماز جمعہ ادا کرنے، روزہ رکھنے، رمضان المبارک میں تراویح کا اہتمام کرنے، زکواۃ دینے، نماز عید ادا کرنے، حج کرنے اور اپنی پسند کا لباس پہننے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ اگر چہ اب مسجد اور مدرسہ بنانے میں کچھ رکاوٹیں ہیں مگر پھر بھی اتنی مشکلات نہیں۔ اگر امریکہ اپنے ملک میں مسلمانوں کو یہ تمام سہولتیں دے رہا ہے تو کوئی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی وہ آبادیاں جو کہ اپنے مذہب کی پاسداری کرنے اور اپنی روایات کو قائم رکھنے پر مصر ہیں، ان کو تحفظ فراہم کر کے ان کے ساتھ معاہدہ کر لے تو اس میں کیا نقصان ہے۔

صدر باراک حسین اوبامہ نے اگر امت مسلمہ کو تعاون کی اپیل کی ہے تو ان کو چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں خود پہل کریں۔ اس لیئے کہ مسلم امہ کا دل جس طرح چھلنی ہو چکا ہے اس کا علاج باتوں سے نہیں عمل سے ہے۔ وہ کسی این۔ جی۔ اوز۔ اور کسی مسلم حکمران پر بھروسہ نہ کریں۔ اس سلسلہ میں دنیا بھر کے معتدل علماء کے ذریعہ سے معرکہ آراؤں کے ساتھ تعلقات قائم کریں۔ اگر ہو سکے تو وائٹ ہاؤس میں ان معرکہ آراؤں کو ملاقات کی دعوت دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ آپس میں بیٹھ کر کوئی حل نہ نکال سکیں۔ ان کی بات خود سنیں اور اپنی سنائیں۔ ورنہ جو طریقہ اس وقت استعمال کیا جا رہا ہے اس پر تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ

غیروں سے کہا تم نے غیروں سے سنا تم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا کچھ ہم سے سنا ہوتا

باراک حسین اوبامہ نے جو بات کی ہے وہ صرف زبان تک محدود ہے۔ باراک حسین اوبامہ ان معرکہ آراؤں اور مسلم عوام کے سامنے ہاتھ نہ بڑھائیں بلکہ ان کی طرف خیر سگالی کا ہاتھ تو بڑھا کر دیکھیں، مسلم عوام انہیں کبھی مایوس نہیں کریں گی وہ ہاتھ کے جواب میں قدم بڑھائے گی۔ مگر تجربہ شرط ہے۔

****

لوہار کی بھٹی

اوریا مقبول جان

یہ دستور صدیوں سے چلا آیا ہے کہ زمانۂ امن میں لوہار کی بھٹی پر درانتی، کلہاڑی، ہل، پھاوڑا یا کدال جیسی چیزیں بنتی آئی ہیں۔ صبح سویرے قصبوں، شہروں یا گاؤں کے کسان اپنی بھٹی کی آنچ تیز کرتے، یا تو گزشتہ دن کا کوئی کام شروع کر دیتے یا پھر کسی نئے کام کا انتظار کرنے لگتے۔ لوگوں کے روزمرہ کے اوزار ٹوٹتے تو انہیں نئے اوزاروں کی ضرورت پڑتی تو وہ لوہار کے پاس آتے جو اسی انتظار میں بیٹھا ہوتا۔ یہ تمام ضروریات ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھتیں۔ کبھی کبھی کسی تیر یا تلوار کی بھی فرمائش ہوتی جسے اکثر لوہار انتہائی مہارت اور محنت سے بناتا۔ ان ہتھیاروں پر خوبصورت نقش و نگار بھی بنائے جاتے، نام بھی کندہ ہوتے اور کہیں تیر کمان سے ڈستے اور موچی سے چمڑے کی نیام بھی سلوائی جاتی۔ لیکن جنگ و جدل خواہ دو قبیلوں کے درمیان شروع، دو خاندانوں میں نفرت پیدا ہوتی یا دو ملکوں کے درمیان جنگ کا آغاز ہوتا۔ لوہار کی بھٹی دن رات آگ اگلنے لگتی۔ تلواروں پر تلواریں اور تیروں پر تیر تیار ہوتے، نہ نقش و نگار کا دھیان اور نہ نام کندہ کرنے کا خبط۔ بس تیز دھار پر توجہ مرکوز ہوتی کہ انسانوں کے گلے خوب کاٹ سکے۔ اسی لئے جب کوئی فاتح کسی علاقے کو فتح کرتا تو ایسے تمام ہنرمند جو ہتھیار بناتے تھے انہیں غلام بنا کر اپنے ساتھ لے جاتا۔ بخت نصر نے یہودیوں کو شکست دی تو سارے لوہار زنجیروں میں پکڑ کر بابل لے جائے گئے۔ جن ہنرمندوں سے تعاون کی توقع نہیں ہوتی انہیں قتل کر دیا جاتا۔ ارشمیدس جیسا عظیم سائنسدان بھی فاتح فوج کے ہاتھوں اس لئے قتل ہوا کہ بحری جہازوں پر بھاری پتھر پھینکنے والی توپیں بنایا کرتا تھا لیکن ایک ملک سے دوسرے ملک پیسوں کی خاطر فن بیچتا، یہی بے اعتباری اس کے قتل کا موجب بنی۔ آلات حرب بنا کر ملکوں ملکوں کا فن عام ہوا تو اس فن کے ماہر اور سوداگر اس قدر طاقتور اور امیر ہو گئے کہ آج انہیں کوئی ارشمیدس کی طرح قتل نہیں کر سکتا بلکہ

وہ جس جگہ، جس ملک اور علاقے میں خود جنگ کی آگ بھڑکا کر اپنے اسلحے کی بھٹی دن رات چلانے لگے۔ لوہار کی بھٹی میں تلواریں بنانے اور دولت کمانے سے پھلتا پھولتا یہ کاروبار اب اس وقت دنیا کا سب سے بڑا کاروبار بن چکا ہے جس کو اپنی بھٹی دن رات چلائے رکھنے کے لئے دنیا کے کسی بھی خطے میں ایک میدان جنگ چاہیے۔ یہ میدان جنگ خواہ عالمی جنگوں کی صورت میں کئی کروڑ انسانوں کی جان لے لے یا افریقہ میں ہوتو اور توتسی قبیلے ایک دوسرے کے دس لاکھ لوگ ماردیں۔ بوسنیا ہو یا چیچنیا فلسطین ہو یا کشمیر، عراق ہو یا افغانستان، انسانوں کے سر قلم ہوتے ہیں، لاشوں کے ڈھیر لگتے ہیں، گھروں کے گھر مسمار ہوتے ہیں، بے گھر اور ہجرت نصیبوں کے قافلے دربدر ہوتے ہیں لیکن اس سارے خون خرابے میں تجوریاں صرف اس لوہار کی بھرتی ہیں جس کی بھٹیاں اور ان پر اجارہ داری ایک ملک کی رہی ہے جسے امریکہ کہتے ہیں۔ دونوں بڑی جنگوں میں اس ملک کی معیشت نے اس قدر ترقی کی کہ جنگ عظیم دوم کے بعد اس کے مارشل پلان نے پورے تباہ وبرباد یورپ کو پاؤں پر کھڑا کرنے کیلئے مدد فراہم کی اور انہیں اپنا ممنون احسان بھی کر لیا۔ کونسا ایسا ملک ہے جو جنگ کے شعلوں میں الجھا ہو اور پھر امریکہ کے سامنے دیوالیہ نہ ہو گیا ہو۔ بہت سے تو ایسے تھے صرف پڑوس میں لگنے والی عراق جنگ کے خوف میں امریکہ سے اسلحہ خرید کر اپنے خزانے خالی کروا بیٹھے۔ جس طرح گورکن کی نظریں قبرستان میں موت کی اطلاع لانے والے شخص پر لگی ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلحہ سازوں کی آرزوئیں اور تمنائیں کسی بھڑکتی جنگ کی سمت لگی رہتی ہیں۔ اس کاروبار کی اخلاقیات بھی عجیب ہیں۔ ایک ہی ڈیلر عراق اور ایران کو بیک وقت اور اسرائیل اور فلسطینیوں کو ایک ساتھ اسلحہ بیچتا ہے۔ آپ گوریلے ہوں، باغی ہوں، حریت پسند ہوں، آزادی کی لڑائی لڑ رہے ہوں قیمت ادا کریں اسلحہ آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ لیکن اب آرزوئیں اور تمنائیں نہیں کی جاتیں کہ جنگ چھڑے بلکہ خود ایک میدان جنگ سجایا جاتا ہے اور پھر اپنی معیشت کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ سالن کا رش جب جنگ عظیم دوم کی فتح کا جشن منا رہا تھا تو وہاں موجود امریکی سفیر نے کہا تھا یہ کتنے بے خبر لوگ ہیں انہیں علم ہی نہیں کہ جنگ تو اب شروع ہوئی ہے اور پھر سرد جنگ کے چالیس سالوں میں کس کس کو کمیونزم سے خوفزدہ کر کے اسلحہ نہیں بیچا گیا اور کہاں کہاں انسانوں کے خون سے ہولی نہیں کھیلی گئی اور پھر ابھی جنگ کا خاتمہ افغانوں

کے بیس لاکھ مسلمانوں افراد کے خون اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے نعرے سے کیا گیا اور آخر کار اپنی محبوب اور حریت پسند مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا گیا۔ کبھی عراق میں، چیچنیا میں، بوسنیا میں اور افغانستان میں۔ لیکن اس خون بہانے کے عمل میں یعنی روس کی شکست کے بعد ایک معاملہ ایسا ہوا کہ جنگ میں دنیا اس طرح شریک نہ ہو سکی جس سے امریکہ کی اسلحہ سازی کی صنعت منافع حاصل کرتی۔ معیشت پر زوال آگیا۔ اب کیا ہو۔ لوہا رکمائے گا تو ملک کھائے گا۔ پہلے سوچا گیا وال سٹریٹ کو سات سو ارب ڈالر مدد دے دو لیکن اب رینڈ کارپوریشن ایک اہم تجویز لے کر آ گئی یہی سات سو ارب ڈالر ایک بڑی جنگ میں جھونک دو۔ بہت بڑی۔ عراق اور افغانستان جیسی نہیں۔ پہلے کاروباری چھپے رہے کہ چین اور بھارت کی معیشتیں مضبوط کی گئیں۔ روس کو کھلی چھٹی دی گئی کہ وہ اس کے قریب ملکوں کے ساتھ پرامن ایٹمی ٹیکنالوجی بیچ کر امیر ہو جائے۔ اب یہ تینوں ملک اگر خوفناک جنگ کے دہانے پر آتے ہیں اور اتنا سرمایہ رکھتے ہیں کہ امریکہ کی اسلحہ ساز فیکٹریوں سے اور عام مارکیٹ سے اسلحہ خرید کر امریکہ کی معیشت کو پھر توانا اور مضبوط بنا دیں۔ اس سارے پس منظر میں مصر کے شہر قاہرہ میں بارک اوبامہ کی تقریر، مسلمانوں کی تعریف، اسلام کی حقانیت کا درس اور مسلمانوں سے محبت کے اظہار کی گفتگو ملاحظہ کریں اور حیرت میں گم ہو جائیں کہ اس خطے میں جہاں مسلمان رہتے ہیں وہاں کیا کچھ ہونے والا ہے۔ عرب اور عجم کے جھگڑے کو ہوا ملے گی جیسا ترکوں کے خلاف لارنس آف عریبیہ نے کیا۔ مسلمانوں میں حقانی روح پھونکنے کے نعرے بلند ہوں گے۔ طالبان، افغانستان کے عوام کے اصل نمائندہ بن جائیں گے۔ روس، تاتارستان اور چیچنیا کے مسلمان مظلوم اور چین کے کاشغر میں کروڑوں مسلمان انسانی حقوق سے محروم قرار دیئے جائیں گے۔ کہیں شیعہ سنی کے نام پر علاقوں کے درمیان نفرت کی دیوار، عرب اور عجم کی جنگ۔ ایسے میں کشمیر کی یاد ستائے گی کہ بھارت کی معیشت کو مضبوط ہی اس لئے کیا گیا کہ کل کو یہ پلا ہوا بینڈ حا قربانی کی بھینٹ چڑھایا جائے۔ یہ وہ منظر ہے جو بارک اوبامہ کی تقریر کے بین السطور پڑھنے والے پڑھ رہے ہیں اور خوف سے کانپ رہے ہیں کہ صرف ایک ملک کی معیشت کو دوام بخشنے کیلئے کتنے گھر اجڑنے کو ہیں اور کتنے ملک تباہ ہونے کو ہیں۔

****

پھر وہی ہوگا جو ہوتا آیا ہے

(عبدالقادر حسن)

پاکستان بنتے دیکھا یہ بچپن کا زمانہ تھا، پاکستان ابھرتے دیکھا یہ جوانی کا زمانہ تھا، پاکستان ٹوٹتے دیکھا یہ حیرت کا زمانہ تھا اور آج پاکستان بگڑتے دیکھ رہے ہیں یہ فریاد کا زمانہ ہے۔ یہ تمام زمانے آنکھوں کے سامنے سے گذر گئے اور کچھ نہ کر سکے۔ کبھی چند الفاظ لکھ دیئے اور کبھی اتنی توفیق بھی نہ ہوئی بس دیکھتے رہ گئے۔ میں آج نہ اپنی ذات کو دیکھتا ہوں نہ اپنے روز و شب کی فکر کرتا ہوں جیسے تمام تفکرات سے آزاد ہو گیا ہوں۔ ڈاکٹر مریض کے وارثوں سے کہتا ہے یہ دوائیں لکھ دی ہیں فلاں فلاں تکلیف ہو تو یہ دوائی دے دینا اس سے تکلیف میں کچھ افاقہ ہوگا۔ کسی احتیاط کی ضرورت نہیں جو چاہے کھائیں اور جو چاہے کریں۔ اب ان کو کسی قسم کی تکلیف دینا مناسب نہیں اللہ رحم کرے گا میں آنکھوں کا پرانا مریض ہوں، میرے معالجوں نے آنکھوں کے مرض کے خلاف جنگ جاری رکھی اور وہ کامیاب رہے اور میں بہت خوش ہوں اب اگر سوچوں کہ کیا کچھ دیکھنے کے لئے بیماری کے خلاف جنگ کی تھی تو سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ حماقت کیوں کی۔ میں اپنے قلم کی کالی زبان سے یہ باتیں اس لئے نہیں لکھ رہا کہ آہ و بکا اور داد فریاد سے کچھ تسکین ہوگی بلکہ ان لوگوں سے مخاطب ہوں جو شاید کرسکنے کی توفیق رکھتے ہیں اس لئے کچھ کر دکھائیں۔ ظاہر ہے کہ سیاستدان ہی کچھ کرسکتے ہیں کہ وہی ارباب بست و کشاد کہلاتے ہیں، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ان سے زیادہ لاپرواہ اور غیر سنجیدہ طبقہ اور کوئی نہیں۔ ان سے تو ایک مزدور زیادہ دردمند دکھائی دیتا ہے۔ جس کا کسی ملک کے ہونے نہ ہونے سے کچھ نہیں جاتا۔ لاہور کے لوہاری گیٹ، بادامی باغ میں مزدور لوہا کوٹ رہے تھے کسی نے انہیں بتایا کہ پاکستان بن گیا ہے ہم ایک آزاد ملک کے شہری بن گئے ہیں، اس پر مزدور نے سریے کے ٹکڑے پر چوٹ لگاتے ہوئے کہا اچھی بات ہے لیکن ہم پہلے بھی لوہا کوٹ رہے تھے اب بھی کوٹ

رہیں گے۔ انہیں خبر کریں جن کے لئے پاکستان بنا ہے اور جن کے لئے پاکستان بنا تھا انہیں آج تک کسی نے اس کی خبر نہیں دی، وہ بدستور لوہا کوٹ رہے ہیں اور کوٹتے چلے جا رہے ہیں۔ اب ہتھوڑا باپ کے ہاتھ سے گر کر کسی بیٹے کے ہاتھ میں ہوگا۔

ساٹھ برس ہو گئے مسلمانوں کے اس قطعۂ نے ملک کی حکومت ان پرانے لوگوں کے ہاتھ میں آ گئی جو اس سے پہلے انگریز کی سرپرستی میں اور مہربانی سے بالادست طبقے میں شمار ہوتے تھے۔ یہ ان پڑھ لوگ تھے یعنی ان کو سوائے اپنی حیثیت قائم رکھنے کے کسی بات کا علم نہیں تھا۔ کسی بات کی فکر نہیں تھی۔ چونکہ روسائی اولاد تھے اس لئے ان کے ذہن کی کبھی کوئی ایکسرسائز نہیں ہوئی تھی۔ وہ بند دماغوں کے مالک تھے اور خوفناک حد تک محدود سوچ والے۔ سرگودھا سے چند ایسے ہی کند ذہن لاہور آئے۔ یہاں انہوں نے مجھے تلاش کیا اور بتایا کہ وہ موٹر کار کی بیٹری خریدنے آئے ہیں اور میں ان کی مدد کروں۔ اتفاق سے سامنے ہی بیٹریوں کی دکان تھی۔ وہاں سے انہوں نے بیٹری خریدی، ملازم کے کندھے پر رکھی اور وہ تین فرد یہ کارنامہ سرانجام دے کر واپس سرگودھا روانہ ہو گئے۔ ہمارے مرحوم دوست میاں ضیاء الدین نام ضیاء کے والد یہ لطیفہ سناتے تھے کہ لاہور کے دالگراں والے رئیس ایک بار اس لئے کلکتے گئے کہ وہاں ایک بندوق پچاس روپے لاہور سے سستی ملتی تھی۔ ان کند اور مفلس ذہنوں کے لوگ اور پھر ان کی اولاد اس ملک کے حکمران بن گئے جن کا پہلا کام اس ملک کے عوام کے حقوق سلب کرنا تھا۔ میرے ماموں زاد بھائی یونین کونسل کے چیئرمین بن گئے تو گاؤں کے پرائمری سکول کو مڈل یا لوئر مڈل سکول بنانے کا اختیار ان کے پاس آ گیا۔ لوگ ان کے پاس گئے تو انہوں نے جواب دیا کہ میں تو اس پہلے سے موجود سکول کو بھی نہیں دیکھ سکتا تم نئے سکول کی بات کرتے ہو۔ ایک صاحب نے ملک کے اعلیٰ ترین منصب تک پہنچ گئے لیکن انہوں نے اپنے حلقے میں نہ کوئی سکول کھلوایا نہ کوئی ہسپتال صرف ہوائی اڈا بنوایا جو ان کے گاؤں کے قریب اور اس شہر سے بہت دور تھا جس کے نام سے یہ ایئرپورٹ موسوم ہے۔ بڑے سے بڑا لیڈر آیا چھوٹے سے چھوٹا لیڈر آیا سب نے عوام کو بیوقوف بنایا ان کے حقوق سلب کئے ان کی زندگیاں تلخ کر دیں۔ پورے ملک کو کمینوں کا ملک بنا دیا۔ کسی

کاشتکار کو کسی مزدور کو کسی عام شہری کو اس ملک کی مٹی سے محبت کرنے کی فرصت ہی نہیں دی مگر اس ظلم وستم کے باوجود اس ملک کے ساتھ اگر کسی کو محبت ہے تو وہ ان ہی کمینوں کو ہے جو بہت سخت جان ثابت ہوئے مگر جو ہمارا بالادست طبقہ ہے اس کا اس ملک کے ساتھ ایک کاروباری سا تعلق ہے۔ جن کا مال باہر جن کی املاک باہر جن کی اولادیں باہر اور خود جیسے ارن لیو پر ملک میں کام کر رہے ہوں کہ جب تک داؤ لگا ہوا ہے کھاؤ پیو پھر وہاں چلے جائیں گے جہاں قیام وطعام کا بندوبست پہلے سے کر رکھا ہے۔ ان کو اس ملک سے کیا رغبت اور اس ملک کی کیا محبت۔ میں اپنے سیاستدانوں کا شمار انہیں لوگوں میں کرتا ہوں اور جو لوگ اس قسم کے دکھائی نہیں دیتے وہ دلوں میں ان جیسا بننے کی آرزو سے تڑپتے رہتے ہیں۔ یہ میرا مشاہدہ ہے اس پر مجھ سے کوئی بحث نہ کرے۔ ایک سیاسی وقائع نگار کے مشاہدے کو تسلیم کرلے اس کی کئی مثالیں بھی ہیں کہ بعض سیاستدان اقتدار میں آنے کے بعد کس طرح کتنے امیر ہو گئے ان میں کئی ایک نیک نام بھی ہوا کرتے تھے۔

جب یہ ملک ٹوٹ گیا جب اس ملک کی فوج کی ہندوؤں نے بے عزتی کی جب مجاہد اور غازی ہندوؤں کی قید میں چلے گئے جب ایک 'ٹائیگر' نے ہتھیار ڈال دیئے اور مسلمانوں کی تاریخ کے منہ پر سیاہی پھیر دی تو باقی ماندہ میں آنکھوں سے آنسو تو نکلے لیکن پھر دلوں کا غم ہلکا کر کے انہی لوگوں کو پھر سے حکمران بنایا جو اس سانحے کے ذمے دار تھے یعنی وہ لوگ جو 1970 تک اس ملک کے عوام کو غلام بنائے ہوئے تھے اور جنہوں نے عوام کو ملک سے اتنا دور رکھا تھا کہ مغربی پاکستان میں موسم خزاں کے اس مہینے میں سقوط ڈھاکہ پر درختوں سے صرف پتے ہی ٹوٹے۔ ہم آج بھی کہتے ہیں کہ سقوط ڈھاکہ ایک داغ بن کر ہمارے دلوں پر نقش ہے کندہ ہے۔ سب جھوٹ بولتے ہیں سقوط ڈھاکہ کے ذمہ دار ہمارے ہیرو ہیں۔ گزشتہ برسوں سے ہم وہی ہیں ہمارے حکمران وہی ہیں اور ہماری دنیا وہی ہے اس لئے وہی ہوگا جو ہوتا آیا ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی قطب آفاق ہیں۔ شیخ علی الاطلاق ہیں۔ قطب المشائخ بالاتفاق ہیں۔

آپ خاندان چشت کے چشم و چراغ ہیں۔

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیریؒ کے دلبر ہیں۔ بابا فرید الدین گنج شکر کے رہبر ہیں۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ، حضرت علاء الدین صابرؒ، حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ اور حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کے روحانی پیشوا ہیں۔

آپ اپنے وطن کو چھوڑ کر ہندوستان تشریف لائے اور خواجہ غریب نواز کی خدمت اور صحبت کو اپنے لئے باعث برکت سمجھا۔ اس صحبت اور خدمت کا آپ کو یہ صلہ ملا کہ آپ کو خواجہ غریب نواز کے جانشین، خلیفہ اکبر اور سجادہ نشین ہونے کا فخر حاصل ہے۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیریؒ نے نور معرفت اور حق و صداقت کی جو شمع اجمیر میں روشن کی، اس شمع کو حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے نہ تو تند و تیز ہواؤں سے بجھنے دیا اور نہ اس کی روشنی کو کم ہونے دیا۔ آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور ان کے جانشینوں نے اس شمع کی روشنی کو برقرار رکھا۔ یہ شمع آج بھی پوری تابانی کے ساتھ روشن ہے۔ اس شمع کے پروانے ہر شہر اور ہر گاؤں میں ملیں گے۔

خواجگان چشت کو ہندوستان میں جو مقبولیت حاصل ہوئی اس پر چشتیہ خاندان کے افراد جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ خواجگان چشت نے اپنی گفتار اور کردار سے ایک ایسا انقلاب پیدا کیا کہ جس کا اثر ہندوستانی تہذیب و تمدن، افکار و خیالات علم و ادب، شعر و شاعری غرض زندگی کے ہر شعبہ پر ایسا گہرا پڑا کہ اس کے آثار بعض مثالیں آج بھی نمایاں ہیں۔ ••••••••••••••••••••

قرابت داریاں:

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سادات حسینی سے ہیں۔ آپ سیدنا حضرت امام حسینؓ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔

نسب نامہ پدری:

آپ کے شجرۂ نسب میں کافی اختلاف ہے۔ آپ کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے۔

خواجہ قطب الدین بن سید موسیٰ بن کمال الدین بن سید احمد بن سید محمد بن سید احمد بن اسحاق حسن بن سید معروف بن سید احمد بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن سید عبداللہ جعفر معروف بن علی بن علی النقی بن سیدنا تقی الجواد ابو جعفر بن سیدنا علی رضا بن سیدنا موسیٰ کاظم بن سیدنا جعفر صادق بن سیدنا ابو جعفر بن سیدنا محمد باقر بن سیدنا علی اوسط امام زین العابدین بن سیدنا امام حسین بن سیدنا امام الاولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

آپ کا شجرۂ نسب بموجب "سیر الاقطاب" ذیل میں دیا جاتا ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی بن سید موسیٰ بن سید احمد بن سید کمال الدین بن سید محمد بن سید احمد بن سید اسحاق حسین بن سید المعروف بن سید احمد چشتی بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن سید جعفر بن امیر المومنین حضرت امام محمد تقی الجواد بن امیر امیر المومنین حضرت امام علی موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن امیر المومنین امام الاولیا سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

آپ کی جائے پیدائش اوش ہے۔ اس اوش کو بغداد کے مضافات میں بتایا گیا ہے۔ اس اوش کو فارس میں بھی بتایا گیا ہے۔ بعض نے اوش کو قصبات ماوراء النہر میں لکھا ہے۔ اور بعض نے ولایت فرغانہ میں توابع اندجان لکھا ہے۔

سن ولادت: آپ کا سن ولادت ۵۶۹ ہجری ہے۔

نام نامی:

آپ کا اسم گرامی قطب الدین ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ کا نام بختیار ہے اور قطب الدین قدرت کا عطا کردہ خطاب ہے۔

دراصل آپ کے بختیار کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے پیر و مرشد خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین حسن چشتی آپ کو بختیار کہہ کر پکارتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ بختیار کہلانے لگے۔

آپ حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سے بیعت ہیں۔ چونکہ آپ خاندان چشت میں بیعت ہیں، اس لئے آپ بھی چشتی کہلاتے ہیں۔

خطاب:

آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے آپ کو قطب الاقطاب کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

ابتدائی زندگی:

آپ اپنے والدین کے سایۂ عاطفت میں پرورش پا رہے تھے کہ آپ کے والد اور والدہ آپ پر نازاں تھے۔ گھر کی برکت کو وہ اپنے شیر خوار بچے سے منسوب کرتے تھے۔

تلاش حق:

قطب الاقطاب حضرت خواجہ صاحب نے تلاش حق کے جذبے سے متاثر ہو کر اپنے وطن کو چھوڑا۔ آپ ایک شہر میں پہنچے، اس شہر میں کچھ دن قیام کیا، آبادی سے کچھ فاصلہ پر ایک مسجد تھی۔ مسجد کے صحن میں ایک اونچا مینارہ تھا۔

حضرت قطب صاحب کو ایک ایسی دُعا معلوم تھی کہ اگر اس دُعا کو پچھلی رات میں بعد ادائے دوگانہ مینارہ پر پڑھا جائے تو دعا کے پڑھنے والے کو حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہو، آپ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا، دوگانہ ادا کیا۔ پھر وہ دُعا پڑھی۔ مینارہ سے نیچے اُترے اور حضرت خضر علیہ السلام کا انتظار کرنے لگے۔ مسجد میں کوئی شخص نظر نہ آیا۔ آپ مسجد سے باہر آ گئے۔ ایک بزرگ کو دیکھا۔ ان بزرگ نے حضرت قطب صاحب سے دریافت کیا۔

''تو اس سنسان میدان میں تن تنہا کیا کر رہا ہے؟''

حضرت قطب صاحب نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کا شوق اور آپ سے ملنے کے لئے دُعا پڑھنے کا حال بتایا۔

یہ سن کر ان بزرگ نے پوچھا:

"کیا تو دنیا چاہتا ہے۔"

حضرت قطب صاحب نے جواب دیا:

"نہیں!"

پھر ان بزرگ نے دریافت کیا:

"کیا تو کسی کا قرض دار ہے؟"

حضرت قطب صاحب نے جواب دیا:

"نہیں!"

ان بزرگ نے زور دیتے ہوئے کہا:

"پھر تو خضر کو کیوں تلاش کرتا ہے۔ وہ تو خود تیرے سرگرداں ہے۔ چنانچہ اس شہر میں ایک بزرگ حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہیں۔ اس نے ان سے (حضرت خضر علیہ السلام سے) ملنے کی سات بار خواہش کی مگر میسر نہ ہوئی۔"

گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک اور بزرگ مسجد سے باہر آئے اور پہلے بزرگ کے قریب کھڑے ہو گئے۔ ان بزرگ نے حضرت قطب صاحب کا ہاتھ پکڑا اور پہلے بزرگ سے کہنے لگے:

"یہ نہ دنیا چاہتا ہے نہ کسی کا قرض دار ہے، یہ تو صرف آپ کی ملاقات کا متمنی ہے۔"

قطب صاحب نے جب یہ سنا تو آپ کو خوشی ہوئی۔ آپ سمجھ گئے کہ پہلے بزرگ حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور دوسرے بزرگ رجال الغیب میں سے ہیں۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ دونوں بزرگ غائب ہو گئے۔

بیعت ۱۱۸۶ء/۵۸۲ھ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ مرید ہونا چاہتے تھے۔ حضرت شیخ محمود اصفہانی ایک درویش کامل تھے۔ حضرت قطب صاحب کو آپ سے گہرا تعلق اور عقیدت تھی۔ قطب صاحب ان سے بیعت کرنا چاہتے تھے لیکن ہوتا تو وہ ہے جو منظور خدا ہوتا ہے..... ان ہی دنوں میں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجریؒ بسلسلہ سیر و سیاحت اصفہان پہنچے۔ حضرت قطب صاحب کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ غریب نواز اصفہان میں تشریف فرما ہیں تو آپ کو ان سے ملنے کی خواہش ہوئی آپ

ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ غریب نواز اس وقت دوتائی اوڑھے ہوئے تھے۔ وہ دوتائی آپ نے حضرت قطب صاحب کو مرحمت فرمائی۔ دوتائی دینے کے معنی یہ ہوئے کہ خواجہ غریب نواز نے حضرت قطب صاحب کو شرف مریدی بخشا۔ حضرت قطب صاحب کو خواجہ غریب نواز کی جدائی گوارا نہ تھی۔ آپ ان کے ہمراہ رہنے لگے۔ سفر میں بھی خواجہ غریب نواز کے ہمراہ رہتے۔

حرمین شریف کی زیارت ۱۱۸۷ء/۵۸۳ھ:

حضرت قطب صاحب ۵۸۳ھ میں خواجہ غریب نواز کے ساتھ مکہ معظمہ پہنچے۔ زیارت کعبہ سے مشرف ہوئے۔

بغداد سے روانگی:

آخرکار خواجہ غریب نواز نے کوچ کیا۔ آپ ۵۸۶ھ مطابق ۱۱۹۰ء بغداد سے روانہ ہوئے۔ حضرت قطب صاحب اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ غریب نواز کے ہمراہ تھے۔ بغداد سے روانہ ہوکر خواجہ غریب نواز مع حضرت قطب صاحب چشت میں رونق افروز ہوئے۔ بعد ازاں خواجہ غریب نواز مع حضرت قطب صاحب ہرات پہنچے۔

ہرات سے خواجہ غریب نواز اور حضرت قطب صاحب سبزوار میں رونق افروز ہوئے۔

سبزوار میں کچھ دن قیام کر کے حضرت قطب صاحب بہ ہمراہی خواجہ غریب نواز لاہور پہنچے۔ لاہور سے آپ اور خواجہ غریب نواز سامانا ہوتے ہوئے دہلی سے گذرے۔ دہلی سے روانہ ہوکر خواجہ غریب نواز اور حضرت قطب صاحب اجمیر پہنچے۔ اس سفر کے متعلق حضرت قطب صاحب فرماتے ہیں کہ

"لاہور سے روانہ ہوکر ۵۸۷ھ میں دو ماہ سفر میں رہنے کے بعد وارد اجمیر ہوئے......"

بابا فرید الدین گنج شکر کی باریابی:

کچھ دن اجمیر میں قیام کرنے کے بعد خواجہ غریب نواز غزنیں تشریف لے گئے۔ آپ کے مریدین و معتقدین بھی آپ کے ہمراہ ہو لئے۔ حضرت خواجہ قطب صاحب کو اپنی والدہ محترمہ سے رخصت ہوئے کافی عرصہ ہو گیا تھا۔ آپ اوش تشریف لے گئے۔ جب خواجہ غریب نواز واپس اجمیر تشریف لے آئے تو حضرت قطب صاحب بھی ہندوستان روانہ ہوئے۔ آپ ۱۱۹۴ء/۵۹۰ھ میں

ملتان میں رونق افروز ہوئے۔

ان دنوں ملتان علم وفنون کا مرکز تھا۔ بڑے بڑے عالم یہاں رہتے تھے۔ لوگ دور دراز سے تحصیل علم کی غرض سے ملتان آتے تھے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ تلاش علم میں ملتان آئے۔ آپ نے مولانا منہاج الدین ترمذی کی مسجد میں قیام کیا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ قبلہ رو بیٹھے کتاب پڑھ رہے تھے۔ اس کتاب کا نام "نافع" تھا۔ حضرت قطب صاحب جب ملتان میں رونق افروز ہوئے تو آپ اسی مسجد میں گئے جہاں بابا فرید الدین گنج شکرؒ مطالعہ میں مشغول تھے۔ جوں ہی حضرت بابا صاحب نے حضرت قطب صاحب کو دیکھا۔ آپ بے چین ہوگئے۔ حضرت قطب صاحب کے روئے مبارک پر جو آپ کی نظر پڑی تو آپ ایک والہانہ جذبے سے متاثر ہوکر بے اختیار کھڑے ہوگئے۔ آداب بجالائے۔ تعظیم کے اظہار کے بعد بابا صاحب ایک طرف مؤدبانہ بیٹھ گئے۔

حضرت قطب صاحب نے دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کیا۔ پھر بابا صاحب کی طرف مخاطب ہوئے:

آپ نے بابا صاحب سے دریافت فرمایا:

"تم کیا پڑھتے ہو؟"

بابا صاحب نے مؤدبانہ جواب دیا:

"کتاب نافع پڑھتا ہوں۔"

یہ جواب سن کر حضرت قطب صاحب نے زبانِ فیض ترجمان سے فرمایا!

"جانتے ہو کہ نافع سے تمہیں نفع ہوگا"

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے نہایت عاجزی سے عرض کیا:

"مجھے تو حضرت کی سعادت قدم بوسی نافع ہوگی۔"

یہ کہہ کر حضرت بابا صاحب والہانہ انداز میں اٹھے اور حضرت قطب صاحب کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔

حضرت قطب صاحب کی نظر کیمیا اثر اپنا کام کرچکی تھی۔ حضرت بابا صاحب کو اب حضرت

قطب صاحب کی جدائی گوارا نہ تھی۔ ہر وقت حضرت قطب صاحب کی صحبت میں رہنے لگے۔ آپ کو حضرت قطب صاحب سے بے پناہ عقیدت ہوگئی۔

ملتان میں کچھ دن قیام فرما کر حضرت قطب صاحب دہلی روانہ ہوگئے۔

حضرت بابا صاحب نے بھی آپ کے ہمراہ دہلی جانا چاہا، لیکن حضرت قطب صاحب نے حضرت بابا فرید گنج شکر کی تکمیل تعلیم پر زور دیا۔ حضرت بابا صاحب تین منزل تک حضرت قطب صاحب کے ہمراہ آئے۔ وہاں سے رخصت ہوکر ملتان تشریف لے گئے۔ ملتان سے بلخ و بخارا تشریف لے گئے۔ آپ حضرت قطب صاحب سے ملنے کو بے چین تھے۔ دہلی پہنچ کر حضرت قطب صاحب کے دیدار سے مشرف ہوئے۔

حضرت بابا صاحب کا بیعت ہونا ۵۹۰ھ:

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ پہلی ہی مجلس میں قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوگئے۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے بوقت بیعت حضرت بابا صاحب کی عمر پندرہ سال بتائی ہے۔

حضرت بابا صاحب کا دہلی میں قیام:

بابا صاحب کا دہلی میں کچھ عرصہ قیام رہا۔ اپنے پیر و مرشد حضرت قطب صاحب کا حکم پاکر آپ قندھار روانہ ہوگئے۔ وہاں آپ نے علم ظاہری حاصل کرنے میں انتہائی محنت کی۔ وہاں سے آپ بعد تحصیل علم ظاہری عراق، خراسان، ماوراء النہر، مکہ معظمہ و مدینہ منورہ ہوتے ہوئے اور مشائخین عظام سے ملتے اور روحانی فیوض حاصل کرتے ہوئے اپنے پیر و مرشد حضرت قطب صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔

حضرت قطب صاحب کو بابا صاحب کی آمد سے بے حد خوشی ہوئی۔ بابا صاحب غزنی دروازہ کے قریب ایک حجرہ میں رہنے لگے۔ آپ اپنے پیر و مرشد حضرت قطب صاحب کے فرمان کے مطابق عبادات، ریاضات اور مجاہدات میں لگے رہتے۔ اس زمانے میں آپ نے سخت ریاضتیں کیں۔ آپ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں روزانہ حاضر نہیں ہوتے تھے بلکہ دو ہفتہ کے بعد اپنے پیر و مرشد کے جمالِ پُرانوار سے مشرف ہوتے تھے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ ابھی ریاضات و مجاہدات میں مشغول تھے کہ اجمیر سے حضرت خواجہ غریب نواز دہلی تشریف لائے اور حضرت قطب صاحب کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ خواجہ غریب نواز کا دہلی میں قیام دہلی والوں کے لئے باعث برکت تھا۔ اب روحانی فیض کا چشمہ ان سے قریب تھا۔ عرفان کی بارش ہو رہی تھی۔ ہر قسم کی دولت تقسیم ہو رہی تھی۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ اپنا دامن مراد بھر لے۔ ہر ایک کی قسمت تھی اور اس کا دامن تھا۔

سفر اوش اور واپسی:

حضرت قطب صاحب اپنی والدہ محترمہ سے ملنے کے لئے بے چین تھے۔ آپ ۶۰۲ھ میں اپنی والدہ محترمہ کی قدم بوسی کی غرض سے اوش تشریف لے گئے۔

اوش سے آپ بغداد تشریف لے گئے۔ وہاں آپ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اور شیخ احد الدین کرمانی سے ملے۔ ان کے علاوہ اور بھی دیگر مشائخین کبار سے ملے۔

بغداد میں آپ کو حضرت جلال الدین تبریزی سے معلوم ہوا کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی خراسان سے ہندوستان تشریف لے گئے ہیں اور دہلی میں قیام ہے۔

ملتان میں آمد ۱۲۱۴ء/۶۱۱ھ

جب حضرت قطب صاحب کو یہ خبر ملی تو آپ اپنے پیر و مرشد کی قدم بوسی کے شوق میں ہندوستان روانہ ہو گئے۔ شیخ جلال الدین تبریزی آپ کے ساتھ ہو لئے۔ آپ مع شیخ جلال الدین تبریزی ملتان میں رونق افروز ہوئے۔ یہ زمانہ سلطان شمس الدین التمش کا تھا۔ قباچہ بیگ ملتان کا حاکم تھا۔ ملتان میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رشد و ہدایت فرما رہے تھے۔

روانگی ۱۲۱۴ء/۶۱۱ھ

حضرت قطب صاحب دہلی روانہ ہو گئے۔ ملتان سے آپ لاہور پہنچے اور لاہور سے آپ دہلی میں رونق افروز ہوئے۔ شیخ جلال الدین تبریزی یہاں سے واپس غزنی تشریف لے گئے۔

ملتان میں حضرت قطب صاحب سے لوگ بیعت کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حضرت قطب صاحب نے اس وجہ سے منع فرمایا کہ ملتان کو حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی ولایت سے علاقہ ہے۔

حضرت قطب صاحب جب ملتان سے روانہ ہوئے تو کچھ لوگ آپ کے ہمراہ ہو لئے۔ آپ نے ان لوگوں کو ملتان کی حدود سے باہر بمقام ہانسی شرف بیعت سے نوازا۔

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کا خواب

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری نے اسی زمانہ میں ایک خواب دیکھا:

آفتاب جہاں تاب نے دہلی میں آکر مملکت کو روشن کر دیا ہے اور وہ ان کے گھر میں آیا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرے گھر میں رہوں گا۔ جب اس خواب کی تعبیر لی تو معلوم ہوا کہ

آفتاب سے مراد ولی کامل ہے جو دہلی میں رونق فروز ہوگا اور قاضی صاحب کے گھر میں سکونت پذیر ہوگا۔

دہلی میں آمد:

حضرت قطب صاحب نے دہلی پہنچ کر کیلوکڑی میں قیام فرمایا۔ آپ کی جائے قیام کافی فاصلہ پر تھی۔ لوگوں کو اور خود بادشاہ کو وہاں آنے جانے میں کافی وقت لگتا تھا۔

سلطان کی درخواست:

سلطان شمس الدین التمش نے حضرت خواجہ قطب صاحب سے عرض کیا، کہ اگر آں حضرت بجائے کیلوکڑی کے مہرولی میں رہنے لگیں تو وہ خود اور لوگ دور دراز سے آنے جانے کی تکلیف سے بچ جائیں گے۔ سلطنت کے کام میں بھی کوئی حرج نہ ہوگا، اور لوگوں کو بھی سہولت پہنچے گی۔

حضرت قطب صاحب نے از راہِ عنایت وکرم سلطان شمس الدین التمش کی درخواست منظور فرمائی۔ آپ کیلوکڑی سے مہرولی تشریف لے آئے پہلے ایک نانبائی کے یہاں قیام فرمایا۔ یہ نانبائی حضرت قطب صاحب سے عقیدت رکھتا تھا۔

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری پھر آپ کو اپنے گھر لے آئے۔ کچھ دن بعد آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ پھر آپ نے مسجد اعز الدین کے قریب رہنا سہنا شروع کر دیا۔

دوسری درخواست:

حضرت جمال الدین محمد بسطامیؒ دہلی میں شیخ الاسلام کے جلیل عہدہ پر فائز تھے۔ اُن کے

انتقال کے بعد سلطان شمس الدین التمش کی خواہش تھی کہ حضرت قطب صاحب یہ عہدہ قبول فرما لیں۔ جب سلطان التمش نے حضرت قطب صاحب سے اس امر کی درخواست کی تو آپ نے عہدہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ سلطان التمش نے آخر کار شیخ نجم الدین صغریٰ کا اس عہدہ پر تقرر کیا

پیر و مرشد کی خدمت:

حضرت قطب صاحب یہ جواب ملتے ہی اجمیر شریف روانہ ہو گئے۔ اجمیر پہنچ کر آپ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ خدمت بابرکت میں رہنے لگے۔ آخری مجلس کے حالات حضرت قطب صا نے اس طرح تحریر فرمائے ہیں:

''.....چوں خواجہ ایں تمام کرد بگریست۔ فرمود کہ اے درویش! مارا کہ ایں جا آوردہ اند مدفن ما ایں جا خواہد بود۔ میاں چند روز ما سفر خواہیم کرد۔''

ترجمہ:.....حضرت خواجہ یہ فرما کر رونے لگے۔ فرمایا کہ اے درویش اس سرزمین میں جو مجھے پہنچا گیا ہے تو اس کا سبب یہی ہے کہ یہیں میری قبر بنے گی۔ چند دنوں میں ہم سفر کریں گے۔

پیر و مرشد کی نصیحت:

حضرت قطب صاحب کے پیر و مرشد خواجہ غریب نواز نے آپ کو نصیحت فرمائی کہ چار باتیں بڑی خوبی کی ہیں۔ ان پر عمل کرنا باعث خیر و برکت ہے۔ ان چاروں باتوں میں سے:

پہلی بات تو ایسی درویشی ہے کہ جس سے تونگری ظاہر ہو۔

دوسری بات بھوکوں کا پیٹ بھرنا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ غم کی حالت میں خوشی کا اظہار کرے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اگر کوئی دشمنی سے پیش آئے تو جواب میں دوستی کا مظاہرہ کرے۔

حضرت قطب صاحب اپنے پیر و مرشد سے رخصت ہو کر دہلی واپس تشریف لائے اور دہلی میں سکونت اختیار کر کے بقیہ عمر وہیں گذاری۔

☆☆☆

انوارِ انوری

احوال و واقعات خاتم المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

قسط نمبر: ۲۸

شیخ الشائخ حضرت مولانا محمد انوری

حضرت علامہ محمد انور شاہؒ کا قصیدۂ معراجیہ اور اس کی تشریح

گذشتہ ماہ حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قصیدہ تشریح کے بغیر شائع کیا گیا تھا، جو کہ حضورؐ کی معراج کے اوپر لکھا تھا۔ اسی قصیدۂ معراجیہ کو ماہ رجب المرجب "جس میں معراج ہوئی تھی" کی مناسبت سے حضرت علامہ صاحبؒ کی تشریح کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔

تبارک من اسری و علی بعبدہٖ — الی المسجد الاقصیٰ الی الافق الا علی

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد اقصیٰ تک اور افق اعلیٰ تک سیر کرائی اور بلند مقام تک لے گیا۔

الی سبع اطباق الی سدرۃ کذا — الی رفرفٍ ابھیٰ الی نزلۃٍ اُخریٰ

ساتوں آسمانوں تک اور سدرۃ المنتہیٰ تک — خوبصورت رفرف تک اور نزلۂ اخریٰ تک ایسے ہی سیر کرائی

وَسَوّیٰ لہ من حفلۃ ملکیّۃ — لیشہد من ایات نعمۃ الکبریٰ

اور فرشتوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ تھی — تاکہ آپ مشاہدہ کریں باری تعالیٰ کی نعمۃ الکبریٰ کی آیات کا

براق یساوی خطوُہ مدّ طرفہٖ — اُتیح لہ واختیر فی ذلک المسریٰ

ایسا براق کہ اس کا قدم برابر تھا جہاں پر اس کی نظر جاتی — آپ کیلئے مقدر کیا گیا اور اس سیرگاہ میں پسند کیا گیا

وابدیٰ لہ طیَّ الزمان فعاقہ — رویدا عن الاحوال حتاہ ما اجریٰ

اور زمانے کا چکر آپ کے لئے ظاہر ہوا ایسی اس کی رفتار کو روک دیا — تھوڑی دیر کے لئے (اپنے چکر سے) یعنی کہ وہ زمانہ نہ چلا

وکانت لجبریل الامین سفارۃ — الی قاب قوسین استویٰ ثم ما اقصیٰ

اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سفیر تھے — تا آنکہ قوسین تک (قریب گئے) پھر آگے بڑھ گئے

اذا خلف السبع الطباق ورائه — وصادف من اولی لرتبته المولی

جب ساتوں آسمانوں کو آپ نے اپنے پیچھے چھوڑ دیا — اور آپ نے پایا جو کچھ آپ کے رتبے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا تھا جو کچھ عطا کیا تھا

نبی خصّ بالتقدیم قدماً — و آدم بعد فی طین وماءِ

علے ودنا دجاز الی مقامٍ — کریم خصّ فیہ بالاصطفاءِ

بدابقمر یبدو فی النجوم — من الاصحاب اہل الاقتداءِ

ولم یر ربّہ جہراً سواہ — یسر فیہ جلّ عن امتراءِ

وکان عیاناً یقظۃً لا یشوبہ — منام ولا قد کان من عالم الرؤیا

اور عروج بیداری کی حالت میں تھا — ملاوٹ نہیں تھی نیند کی اور نہ تھا خواب کے عالم سے

قد التمس الصدیق ثم فلم یجد — وصحیح عن شداد البیہقی کذا

بیشک آپ ﷺ کے مقام پر تلاش کیا حضرت صدیق نے نہیں آپ کو نہ پایا — اور اس کو صحیح فرمایا حضرت شداد بن اوس سے امام بیہقی نے اسی طرح

رای ربّہ لما دنا بفوادہ — ومنہ سری للعین مازاغ لا یطغیٰ

جب آپ ﷺ قریب گئے تو اپنے رب کو دیکھا اپنے قلب مبارک سے (زرقانی ج ۶ ص ۵ ما کذب الفواد ما رایٰ) — اور قلب سے رویت سرایت کر گئی آنکھ تک جو کہ مازاغ تھی اور ماطغیٰ تھی سو آنکھ نے تجاوز عن الحد کیا اور نہ کجی

رای نورہ انیٰ یراہ مؤمّلٌ — و اوحی الیہ عند ذاک بما اوحیٰ

اور آپ نے باری تعالیٰ کے نور کو دیکھا اور امید کرنے والا کہاں دیکھ سکتا ہے اس کو — اور باری تعالیٰ نے اس وقت آپ پر وحی کی جو بھی وحی کی

بحثنا فآل البحث اثبات رویۃ — لحضرتہ صلی علیہ کما یرضیٰ

ہم نے بحث کی اور بحث کا انجام یہ ہوا کہ باری تعالیٰ کی رویت ثابت کی جائے — آپ ﷺ کی جناب کے لئے آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ درود بھیجے جیسا کہ راضی ہو

وسلم تسلیما کثیر مبارکاً — کما بالتحیات العلی ربّہ حیّٰ

****

اور سلام بھیجے اللہ تعالیٰ بہت بہت سلام جس کے ساتھ برکتیں ملی ہوں جیسا کہ التحیات میں السلام علیک ایہا النبی ... آپ ﷺ نے آپ پر سلام کیا

کما اختارہ الحبر ابن عم نبینا ۔۔۔ واحمد من بین الایمتہ قد قویٰ

رویت کا ہونا اختیار کیا ہے ہمارے نبی ﷺ کے چچا زاد بھائی حبرالامۃ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے۔ ۔۔۔ اور اماموں میں سے امام احمد بن حنبل نے اسی کو قوی کہا ہے۔ نیز نسیم الریاض جلد ۲ ص ۲۹۹ مطبوعہ لکھنؤ میں بھی ہے

فقال اذا ما المروزی استبانہ ۔۔۔ راہ رای المولیٰ فسبحان من اسریٰ

پس آپ نے فرمایا (یعنی امام احمد ابن حنبلؒ نے جبکہ امام مروزیؒ نے آپ سے بیان کرایا اور دریافت کیا ۔۔۔ اس کو دیکھا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں آپ نے اپنے مولا کو دیکھا ہے پس پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات

رواہ ابوذر بان قدرایتہ ۔۔۔ وانی اراہ لیس للنفی بل ثبا

اور حضرت ابوذر غفاریؓ نے اس کو روایت کیا ہے کہ آپ نے ذات باری تعالیٰ کو دیکھا ہے ۔۔۔ اور انی اراہ نفی کے لئے نہیں ہے بلکہ نفسی کیلئے ہے امام نوویؒ نے بھی یہی فرمایا ہے

نعم رویۃالرب الجلیل حقیقۃ ۔۔۔ یقال لہا الرؤیا بالسنۃ الدنیا

ہاں رب جلیل کی رویت ایک ایسی حقیقت ہے ۔۔۔ کہ اسی کو رویا کہا جاتا ہے دنیا کی زبانوں میں

والا فمرای جبریل عوادۃ ۔۔۔ ولیس بدیعاً شکلہ کان او وفی

ورنہ پس حضرت جبرئیل کا دیکھنا تو کئی بار تھا ۔۔۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی خواہ کسی شکل میں دیکھا ہو

﴿ناقص نے لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل آپ پر ۲۴ ہزار مرتبہ نازل ہوئے﴾

وذالک فی التنزل من نظم نجمہ ۔۔۔ اذا ما رعیٰ الراعی و مغزاہ قدوفیٰ

اور یہ یعنی رویت کا مسئلہ قرآن شریف میں سورۃ النجم میں ہے ۔۔۔ جب کہ رعایت کرنے والا غور کرے اور اصل مقصود کو پورا کرے

وکان ببعض ذکر جبریل فانسری ۔۔۔ الی کلہ والطولُ فی البحث قد عنیٰ

****

اور بعض طریقوں میں حضرت جبریل کا ذکر ہے یہ کل کی طرف سرایت کرگیا اور بحث کے طول نے تھکا دیا

وکان الی لاقصی سری ثم بعده عروجاً بجسم ان من حضرة اخریٰ

مسجد اقصیٰ تک تو اسراء تھی پھر اس کے بعد جسم کے ساتھ عروج تھا ہاں دوسرے دربار تک

عروجاً الی ان ظلّلته ضبابة ویغشی من الانوار ایاه ما یغشیٰ

عروج یہاں تک تھا کہ آپ کو ایک بدلی نے ڈھانپ لیا اور انوارات نے آپ کو ڈھانپ لیا جس طرح کہ ڈھانپ لیا

ویسمع للا قلام ثم صریفها ویشهد عیناً ماله الرب قد سوّیٰ

اور آپ وہاں صریف الاقلام سنتے تھے صریف الاقلام یعنی قلموں کے چلنے کی آواز اور اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تھے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے تیار کیا تھا

ومن عض فیه من هنات تفلسف علیٰ جرف هار یقارن ان یردیٰ

اور جو آدمی فلسفہ کی نمایاں باتوں کو دانتوں سے کاٹے وہ ایسی گھاٹی پر ہے جو گرنے والی ہے قریب ہے کہ وہ ہلاک ہوجائے

کمن کان من اولاد ما جوج فادعی نبوّته بالغی والبغی والعدویٰ

جیسا کہ وہ آدمی جو یاجوج ماجوج کی اولاد سے ہے بس اپنی نبوت کا اپنی گمراہی سے بغاوت اور تعدی سے اس نے دعویٰ کردیا

ومن یتبع فی الدین اهواء نفسه علیٰ کفره فلیعبد اللّات والعزیٰ

اور جو آدمی دین میں اپنی خواہشات کا اتباع کرتا ہے وہ اپنے کفر میں لات وعزیٰ کو پوجتا پھرے

☆ ☆ ☆

فائدہ: علامہ تفتازانی نے فرمایا کہ معراج کے استبعاد کا دعویٰ کرنا باطل ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اس کی قرآن وحدیث نے تصریح فرمائی ہے۔ لہذا اس کی تصدیق ضروری ہے۔ اور علامہ زرقانیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام ممکنات میں اس بات پر قادر ہے کہ ایسی حرکت سریع حضور ﷺ کے بدن میں پیدا کردے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اہل تحقیق نے فرمایا کہ بیداری کی حالت میں حضور ﷺ کی روح اور جسم مبارک کو مکہ سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ یہ تو قرآن وحدیث نے تصریح کیا ہے۔ لیکن قرآن جیسا کہ قول ہے باری تعالیٰ کا ”سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى "دلیل کی تقریر اس طرح ہے کہ عبد نام ہے جسد اور روح دونوں کا تو ضروری ہوا کہ اَسْرٰی بھی دونوں ہی سے ہو۔ یعنی جسد اور روح سے۔ کیوں کہ اگر یہ خواب ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا بِرُوْحِ عَبْدِهٖ یعنی اپنے بندے کی روح کو لے گیا۔ دیکھو اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی میں مجموعہ جسد اور روح مراد ہے۔ کیوں کہ یہاں پر عبد تو محمد ﷺ ہیں اور روکنے والا نماز سے آپ کو ابوجہل تھا۔ وہ آپ کو نماز سے اپنی روح کے ساتھ نہیں روکتا تھا۔ اور سورۃ جن میں ہے وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ یَدْعُوْهُ یہاں پر عبد سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اور یدعوہ سے مراد بھی آپ ہی ہیں۔ یہاں پر روح اور جسد ہی مراد ہے۔ ایسے ہی اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ میں روح اور جسد ہی مراد ہے۔ رہی حدیث وہ حضور ﷺ کا قول اَسْرٰی بِیْ ہے۔ کیوں کہ فعلوں میں اصل یہ ہے کہ وہ لفظ پر محمول کیے جائیں۔ جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو عقل یا شرعی۔ قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ صحیح یہی ہے کہ معراج کے سارے قصہ میں روح اور جسد دونوں ہی مراد ہیں۔ اور ظاہر سے عدول نہ کیا جائے گا۔ اور حقیقی معنوں سے اور طرف نہیں پھیرا جائے گا۔ اور اسریٰ کے جسم اور روح کے ساتھ بیداری کے عالم میں ہونے میں کوئی استحالہ نہیں۔ اور یہ جو باری تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی عجائبات ملکوت سے نظر نہیں پھری اور نہ اس سے تجاوز کیا۔ کیوں کہ اَلْبَصَرُ بیداری کی حالت میں ہی دیکھنے کو کہتے ہیں۔ اس کی شہادت یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی اگر یہ نیند میں ہوتا تو اس میں کون سی آیات تھیں۔ جو خارق العادت ہوں۔ اور ان کے تکذیب کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ یہ بھی متواتر حدیثیں ہیں کہ آپ کے لئے براق پیش کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ آپ کی معراج روح اور جسد کے ساتھ ہوئی تھی۔ اور ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب کی تیسری جلد کے شروع میں اس کو خوب لکھا ہے۔ پھر اخیر میں فرماتے ہیں کہ حافظ ابو الخطاب عمرو بن دحیہ نے اپنی کتاب التنویر فی مولد سراج میں لکھا ہے کہ حدیث اسراء حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے۔ اور حضرت عمر بن خطابؓ سے اور ابن مسعودؓ و ابوذرؓ اور مالک بن صعصعہؓ اور ابوہریرہؓ اور ابو سعید خدریؓ اور ابن عباسؓ اور شداد بن اوسؓ اور ابی بن کعبؓ اور عبدالرحمن بن قرظؓ اور ابی امامہؓ اور صہیب رومیؓ اور ام ہانیؓ اور عائشہ صدیقہؓ اور اسماء

****

دونوں حضرت صدیق اکبرؓ کی صاحبزادیاں ہیں۔ وغیرہم اجمعین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اور اسی مسئلے پر اتفاق کیا ہے تمام مسلمانوں نے اور اعراض کیا ہے، زندیقوں اور ملحدوں نے۔ امریکہ سے ایک رسالہ ماہواری (لائف) نکلتا ہے۔ (نیویارک سے) اس میں جولائی ۱۹۶۳ء کے ''لائف'' میں اس مضمون کو خوب لکھا ہے۔ اور آئے دن اخبارات میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ روس اور امریکہ میں یورپ کے مختلف ممالک میں تجربے ہو رہے ہیں۔ سائنس اس بات کو تسلیم کر چکی ہے کہ ایسا سریع السیر سفر ممکن الوقوع ہے۔ چنانچہ لائف ۱۹۶۳ء میں درج ہے کہ گارڈن کوپر نے صرف ۹۰ منٹ میں ساری دنیا کے گرد (بائیس چکر کاٹے۔ اور ساڑھے سترہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے وہ ہوائی جہاز چلا تھا۔ یہ مضمون ۱۹۶۲ء کے چٹان میں شائع ہوا تھا۔ اور بھی بہت سے اخبارات میں مضامین آئے دن آتے رہتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایئے کہ حضور ﷺ کا یہ فضائی سفر کس قدر سریع السیر تھا۔ ڈاکٹر اقبالؒ لکھتے ہیں۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے ...... کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

اور یہ فرماتے ہیں:۔

رہ یک گام ہے ہمت کے لئے عرش بریں ...... کہہ رہی ہے یہ مسلماں سے معراج کی رات

حضرت مولانا افغانیؒ فرماتے ہیں۔

تن او کہ ساقی تر از جان ماست ...... اگر شد بیک لحظہ آمد رواست

۱۱ نومبر ۱۹۶۶ء کے ترجمان اسلام لاہور میں ہے۔ روس نے بھی ایک خلائی تجربہ گاہ فضا میں چھوڑی ہے جو کہ خلا میں ۶۲ سے ۳۲۸ میل تک کی بلندی پر زمین کے گرد چکر کاٹ رہی ہے۔ یہ تجربہ گاہ گذشتہ اکتوبر میں چھوڑی گئی تھی۔ اور حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے اپنے قصیدے ضرب الخاتم علی حدوث العالم میں لکھا ہے کہ

وقد قيل ان المعجزات تقادم۔ بما ير تقى فيه الخليقة فى المدى

چنانچہ آئے دن کے تجربے ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے اس شعر کا

....

مطلب یہ ہے کہ انبیاء کے معجزات اس بات کی دلیل ہیں کہ آئندہ کو مخلوقات ان کا تجربہ کرے گی۔ چنانچہ ریڈیو کی ایجاد اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو حج کے متعلق آواز دی تھی وہ بالکل حق ہے۔ کو اس کے متعلق سائنس ابھی ابتداء ہی میں ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو کعبہ شریف کے بنانے کے بعد ایسی آواز دی تھی جو تا قیامت جن کی قسمت میں حج لکھا تھا ان سب نے لبیک کہی۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آواز دینا بغیر کسی آلہ کے تھا۔ اور سائنس اب آلات کی ایجاد سے اس طرف ترقی کر رہی ہے۔ تاکہ یہ منوایا جائے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام نے کیا ہے وہ سب کچھ ممکن الوقوع ہے۔ یا مثلاً ہوائی جہاز کی ایجاد حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے اڑنے کی تصدیق فعلی ہے۔ مگر وہ بغیر آلات کے تھا۔ اور یہ آلات سے ہے۔ جیسے حضرت عمرؓ کا ممبر پر کھڑے ہوئے چودہ سو میل پر آپ نے آواز بغیر کسی آلہ کے پہنچادی تھی۔ فرمایا تھا یہ یاساریۃ الجبل الجبل اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کا عروج اور نزول ہے۔ الحاصل کہ حشر اجساد اور موت کے بعد سارے عالم کا اٹھنا وغیرہ سب برحق ہیں۔ خواہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہوں۔ ایسے ہی حضرت عیسٰی کا آسمانوں پر جانا اور قرب قیامت میں آپ کا نزول ہونا سب برحق ہیں۔ اور اس پر ایمان لانا فرض ہے۔ اور یہی صراط مستقیم ہے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

یا اللہ ہمیں اپنے فضل سے حضور ﷺ کا اتباع نصیب فرما۔ اور ہم کو حضور ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ ہمیں بزرگان دین کا اتباع نصیب ہو۔ آمین یارب العالمین۔

علامہ ابن منیرؒ نے فرمایا ہے کہ تجلی ایک رتبہ ہے بڑا عالیشان۔ وہ ایک حالت ہوتی ہے۔ (بین النوم و الیقظہ)

ف۔ جب انسان کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہے اور اس کی ہڈی ہڈی میں بیٹھ جاتا ہے اور اس کو باری تعالیٰ اپنے فضل سے روح کا ذکر نصیب کرتے ہیں۔ اور اس کو سلطان الاذکار نصیب ہو جاتا ہے اس پر اس حالت کا کھلنا آسان ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ عطارؒ فرماتے ہیں۔

خنجر خاموشی و شمشیر جوع ۔ نیزہ تنہائی و ترک ہجوع

اور اس مسئلہ کو اہل تحقیق کے سوا کوئی کم سمجھتا ہے ۔ علامہ زرقانی چونکہ اہل حقائق میں سے ہیں اس لئے انہوں نے اس مسئلہ کو خوب لکھا ہے ۔ اور اپنی کتاب میں جا بجا تحقیق کی ہے ۔ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد نمبر 8 ، 6

در ہمہ سیر و فر ے کشف شد حقیقتے ۔ گر چہ شدم برنگ بو خانہ بخانہ کو بکو

تشریح ۔ تمام سفر میں کوئی حقیقت منکشف نہ ہوئی اگر چہ میں خوشبو کی طرح ہر جگہ پھرا یعنی اس عالم مشاہدہ میں اس عالم کی حقیقت بالکل منکشف نہیں ہوتی جب تک آدمی عالم برزخ میں نہ چلا جائے ۔ تو عینہ اس کو بیان نہیں کر سکتا۔

گر بوم فراغتے از پس مرگ ساعتے ۔ شرح دہم بہ تو قصہ بقصہ ہو بہو

تشریح ۔ اگر مجھ کو مرنے کے بعد ایک گھڑی بھی فرصت مل گئی تو تیرے سامنے سب کچھ بیان کروں گا۔

دانہ خلاف تخم نے ہر چہ بود زجبر وقدر ۔ آنچہ کہ کشتہ ای درود خطہ بخطہ جو بجو

تشریح ۔ خواہ کوئی اپنے آپ کو مجبور سمجھے یا قادر مطلق سمجھے بہر حال نلہ وہی ہوتا ہے جیسا بیج ڈالتے ہیں ۔ جو کچھ تو نے بویا ہے اسی کو کاٹ لے ۔ اگر گیہوں بوئے ہیں تو گیہوں کاٹ لو ، اگر جو بوئے ہیں تو جو کاٹ لو۔

ظاہر و باطن اندریں ہچوں نواۃ و نخل داں ۔ نے بعد او یک زدو جب عجب روبرو

تشریح ۔ یہ دنیا اور آخرت اس طرح ہیں جیسے کھجور کا درخت اور گٹھلی ہوتی ہے ۔ یہ دونوں جہان اس طرح نہیں ہیں کہ ہم ایک دوان کو کہیں ۔ جیسا کہ گٹھلی پھٹ کر اندر سے کھجور کا درخت نکل آتا ہے ۔ تو گٹھلی تو دنیا کی مثال ہے اور کھجور کا درخت عالم آخرت کی مثال ہے ۔ خوب سمجھ لینا چاہیے۔

رشتہ ایں جہاں تنی جامہ آں جہاں تنی ۔ رشتہ بر شتہ تخ تخ تار بتار پو بپو

تشریح ۔ جیسے گٹھلی چھپ جاتی ہے اور کھجور کا درخت ظاہر ہو جاتا ہے ۔ عینہ اسی طرح یہ بدن تو بظاہر چھپ جاتا ہے اور روح ظاہر ہو جاتی ہے ۔ عینہ ٹا ٹا اسی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ روح چونکہ اس جہان کی چیز ہے اس لئے آزاد ہو گئی ۔ یہ ظاہر ہو جاتے ہیں اور بدن چونکہ اس جہان کی چیز ہے

یہ بظاہر ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔

ہست جزاء عمل ہم کی خورد شو دمرض۔ تخم شجر ہمو ہمو تخم ثمر چنو چنو

تشریح۔ جزا جنس عمل سے ہوتی ہے۔ قرآن شریف میں آتا ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۔ سورۃ کہف ۔ جو کوئی ذرہ کے برابر نیکی کرے گا اس نیکی کو دیکھ لے گا۔ جو کوئی ذرہ کے برابر برائی کرے گا۔ وہ اس برائی کو دیکھ لے گا۔ سارے قرآن کو دیکھ لو یہی آتا ہے کہ جو کچھ کیا ہے وہی ملے گا ۔ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى جو آدمی زہر کھاتا ہے وہی زہر مرض کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے جو تخم ہے وہی شجر ہے۔ جو پھل ہے وہی تخم ہے۔ مشہور ہے کہ تخم جب ٹہنی کے ہاتھ چڑھتا ہے اس کا نام پھل ہوتا ہے۔

قبر کہ بود اور سوئے جہان دیگرے۔ غیب شود شہود از دید بہ دید رو بہ رو

تشریح ۔ قبر میں جا کر اپنے سب اعمال منکشف ہو جائیں گے۔ جب روح ظاہر ہو جائے گی کیونکہ روح لطیف ہے اس واسطے اس لطیف کو لطیف چیزیں سب نظر آجائیں گی ۔ یعنی عالم قبر دوسرے جہاں کے لئے ایک روشن دان کا کام دے گی ۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ نیک آدمی کے لئے جنت کی خوشبوئیں آتی ہیں اور ہوائیں آتی ہیں ۔ اور برے آدمی کے لئے جہنم کی گرمی محسوس ہوتی ہے ۔ اور قبر کو فرمایا گیا کہ یا تو ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے یا ایک گڑھا ہے جہنم کے گڑھوں میں سے یعنی عالم غیب قبر میں منکشف ہو جائے گا۔ گویا قبر ایک دروازہ ہے عالم غیب کے لئے۔

منکشف آں جہاں شود گر چہ دریں جہاں بود۔ زندگی دگر چنو زوبہ زرد ہمو بہ مو

تشریح ۔ وہ جہاں بالکل واضح ہو جائے گا اگر چہ بظاہر قبر تو اسی جہاں میں ہوتی ہے۔ اس جہاں کی زندگی اس پر واضح ہو جاتی ہے۔

مردن ایں طرف بود زیستن دگر طرف ۔ روزن باز دید تو طبقہ طبقہ تو بتو

تشریح ۔ اس طرف کا مرنا اس طرف کا جینا ہے عالم آخرت کے تمام طبقات اس پر کھل جاتے ہیں۔ اور اس روشن دان سے نظر آجاتے ہیں ۔ جیسا کہ احادیث میں صاف مذکور ہے مشہور ہے کہ یہ راستہ آنکھ بند کرنے سے طے ہوتا ہے۔ جو برزخی آدمی ہوتے ہیں ان پر عالم برزخ منکشف ہوتا

ہے۔

حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے ۔وَاِنَّ جَہَنَّمَ لَمُحِیْطَۃٌ بِالْکٰفِرِیْنَ بے شک جہنم احاطہ باندھے ہوئے ہے کفار کا۔ کہ کفار کو جہنم حقیقتاً گھیرے ہوئے ہے۔ قیامت کے روز یہ زمین کا کول اٹھا دیا جائے گا نیچے سے جہنم نمودار ہو جائے گی۔ اسی واسطے مؤمن کو حکم دیا گیا ہے کہ تو اوپر کو پرواز کر اور ہلکا پھلکا ہو جا۔ حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن کو کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا۔ ورتل وارتق

تا نہ شکست صورتے جلوہ نہ زد حقیقتے

جب تک کہ ظاہری صورت نہیں ٹوٹتی اس وقت تک حقیقت جلوہ نما نہیں ہوتی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

ہر بنائے کہنہ کہ آباداں کنند۔ اول آں بنیاد راویراں کنند

جو پرانی عمارت کہ اس کو نئے سرے سے بناتے ہیں پہلے اس عمارت کو برباد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اس دنیا کو توڑ پھوڑ دیا جائے گا پھر اس میں سے آخرت نمودار کر دی جائے گی۔ جیسے کہ گٹھلی کو زمین میں دبا کر توڑ پھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس میں سے کھجور کا درخت نمودار کر دیا جاتا ہے۔ حقیقی جہاں یعنی آخرت تب نمودار ہوگی جب یہ جہانِ فانی توڑ پھوڑ دیا جائے گا۔ لہٰذا قیامت کا آنا برحق ہے۔ وہ چونکہ رب العالمین ہیں وہ انسان کی تربیت اسی طرح کرتے ہیں عالم برزخ میں رکھ کر پھر عالم آخرت میں اس کو نمودار کریں گے۔ اسی واسطے انبیاء کو مبعوث فرمایا کہ لوگوں کو اس کا یقین دلائیں کہ قیامت ضرور قائم ہوگی۔ یہ تقریر حضرت شاہ صاحب نے بہاولپور میں ۱۹۳۲ء میں فرمائی تھی۔ پھر میں نے یہ تقریر حضرت شاہ عبدالقادر مولانا رائے پوری کی خدمت میں سنائی تو حضرت بہت خوش ہوئے۔ اور تصدیق فرمائی۔ یہ ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے جب کہ میں حضرت کی خدمت میں ڈھڈی ضلع سرگودھا میں موجود تھا۔ اب تو نہ حضرت شاہ صاحب رہے جو ان سے استفادہ کیا جاتا۔ اب کوئی نہیں رہا جو ایسی مشکل باتوں کو حل کرے۔ ایسا بلند اور باریک مسئلہ حضرت شاہ صاحب نے باتوں ہی باتوں میں ایسا حل کر کے رکھ دیا۔ گویا عالم برزخ ہمارے سامنے ہے۔ مرنے سے پہلے حضرت کے زیرِ مطالعہ اکثر مثنوی شریف ہوتی تھی۔ عموماً عالم ارواح اور عالم برزخ کی باتیں کیا کرتے تھے۔ اور یہ تو اکثر فرماتے تھے کہ اب ہمارا آخری مرحلہ ہے کسی کو کیا معلوم تھا کہ اپنے وصال کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

....

والدہ صاحبہ مرحومہ

مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری

”جو آیا ہے وہ جانے ہی کے لئے آیا ہے“ یہ وہ حقیقت ودانائی سے بھرپور الفاظ ہیں جو مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ کسی کی بھی وفات پر اپنی جانب سے بطور تعزیت لکھے جانے والے مکتوب میں تحریر فرماتے تھے۔

اسی اصول وضابطہ بلکہ قانون الٰہیہ کے مطابق میری والدہ مرحومہ بھی اٹھہتر (۷۸) سال اس دنیائے فانیہ میں رہ کر اور یہاں کے رنج وغم اور خوشی ومسرت کی ملی جلی اٹھہتر بہاریں دیکھ کر بستی حضرت نظام الدین میں واقع قبرستان پنج پیراں میں آسودۂ خاک ہوگئیں۔ والدہ مرحومہ حضرت شیخؒ کی زوجۂ اولیٰ سے پانچویں اور آخری صاحبزادی تھیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے حالات زندگی سے واقف حضرات کو یہ معلوم ہے کہ آپ نے یکے بعد دیگرے دو نکاح فرمائے تھے پہلا نکاح ۲۹ر صفر ۱۳۳۵ھ/ ۲۵ر دسمبر ۱۹۱۶ء میں مولانا رؤف الحسن صاحب کاندھلوی کی صاحبزادی سیدہ امۃ المتین صاحبہ سے ہوا تھا۔ اس نکاح سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد ذکور واناث تو بہت سی عطا فرمائیں لیکن ان میں زیادہ تر زندگی کی چند ہی بہاریں دیکھ کر اپنے والدین کے لئے ذخیرۂ آخرت بن گئیں، تاہم جو صاحبزادیاں حیات رہ کر حضرتؒ کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور بنیں وہ بعد میں والدہ مولانا محمد ہارون کاندھلوی، والدہ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اور والدہ محمد شاہد سہارنپوری سے مشہور ومعروف ہوئیں، ان تین صاحبزادیوں کے علاوہ دو صاحبزادیاں اور بھی تھیں لیکن ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

زوجۂ اولیٰ کی وفات کے بعد حضرتؒ کا دوسرا نکاح مسنونہ ۱۸ر ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ/ ۱۸ر جون ۱۹۳۷ء میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی کی صاحبزادی سیدہ عطیہ صاحبہ سے ہوا،

جن سے ایک فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی اور دو صاحبزادیاں الحمدللہ حیات ہیں، اور صاحب اولاد ہیں۔

☆ **ولادت وتعلیم وتربیت**: راقم سطور کی والدہ محترمہ سیدہ شاہدہ کی ولادت ۹ رذی قعدہ ۱۳۵۲ھ/ ۱۹ر مارچ ۱۹۳۴ء کو سہارنپور میں ہوئی، خاندانی دستور وروایات کے مطابق تمام تر دینی ومذہبی تعلیم گھر کی چہاردیواری میں رہ کر حاصل کی، چنانچہ قرآن پاک اور ترجمۂ قرآن پاک مکمل مسائل دینیہ کی کتابوں میں بہشتی زیور، تعلیم الاسلام، تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) اور دیگر متفرق کتابوں میں اسلامی تواریخ پر فتوح الاسلام، فتوح الشام، حکایات صحابہ وغیرہ وغیرہ اور لکھنے پڑھنے کے لحاظ سے اردو نویسی ضروری حد تک تختی اور حساب کتاب وغیرہ وغیرہ سب گھر میں رہ کر گھر کی بڑی بوڑھی مستورات سے حاصل کیں۔

ترجمۂ قرآن پاک پڑھنے کے لئے حضرتؒ کے یہاں ہمیشہ گھر کی سب سے بڑی اور معمر خاتون متعین رہتی تھی اور ایک طرح سے گویا ان کی حیثیت تمام گھرانے کے لئے استاذ تفسیر کی ہوتی تھی، چنانچہ طویل عرصے تک مولانا محمد صاحب کاندھلوی زادمجدہ کی والدہ محترمہ مرحومہ اس تفسیری خدمت پر مامور رہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو ترجمۂ قرآن پاک پڑھانے کے معاملہ میں بڑا حسن شعور اور سلیقہ عطا فرمایا تھا۔ وہ اگرچہ حافظ نہیں تھیں لیکن اپنی مسند پر بیٹھے بیٹھے دوری سے غلط پڑھنے والی کو ٹوک دیا کرتی تھیں، ان کی وفات کے بعد خدمت قرآن پاک کی یہ سعادت والدہ مولانا محمد سلمان صاحب (ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم) کی طرف منتقل ہوگئی تھی، اپنی صحت کے زمانہ میں خاندان اور محلہ کی کتنی بچیوں کو انہوں نے کلام اللہ شریف پڑھایا، اور ان کے سینوں میں یہ دولت منتقل کی اس کی صحیح تعداد خدائے پاک ہی کو معلوم ہے۔

برسبیل تذکرہ یہاں یہ بھی وضاحت کردوں کہ مخدومنا حضرت شیخؒ نے اپنی تمام صاحبزادیوں اور ان سے وجود میں آنے والے نسبی سلسلہ کی کبھی بھی مکان اور مدرسہ سے باہر تعلیم حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی، چنانچہ حق تعالیٰ شانہ کے فضل وکرم سے ہمیشہ لڑکیوں کی تعلیم گھر کی چہاردیواری میں ہوا

لڑکوں کی تعلیم مدرسہ تک محدود ومنحصر رہی، گویا دوسرے الفاظ میں حضرتؒ نے ہمیشہ چادر اور چہار دیواری کا تحفظ کیا اور کرایا۔ اور پھر یہ اللہ جل شانہ کا فضل وکرم اور ایک مرد مؤمن دین کے مخلص خادم داعی اور پوری ملت وامت کے شیخ الحدیث کی دعاؤں توجہات اور نیک نیتی کا ہی اثر وثمرہ ہے کہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر دل ودماغ میں حصول تعلیم کے معاملہ میں کسی احساس کمتری کا شائبہ اور خیال بھی پیدا نہیں ہوا اور ہمیشہ ؎

من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآں در بغل

زندگی کا مطمح نظر اور مقصود نظر رہا۔ اللہ جل شانہ مستقبل میں بھی یہ خیر وبرکت ہم سب کے شامل حال رکھے۔ (آمین)

راقم سطور اب اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ والد مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے سوجھ بوجھ اور ذہانت وفراست سے بڑا حصہ عطا فرمایا تھا، چنانچہ کچھ تو اس وجہ سے اور کچھ سب سے چھوٹی بیٹی ہونے کی وجہ سے وہ ہمیشہ حضرت شیخؒ کی لاڈلی اور منظور نظر بن کر رہیں۔

حضرتؒ نے اپنی بعض تالیفات میں کہیں کہیں ان کی سوجھ بوجھ اور بے تکلفانہ احساسات وخیالات کے دلچسپ واقعات بھی تحریر فرمارکھے ہیں، مثلاً حضرتؒ درس بخاری شریف میں حدیث مثل صلصلۃ الجرس کی تشریح وتوضیح میں آسمانی بجلی کی کڑک کا حوالہ دے کر جو قصہ سنایا کرتے تھے وہ آپ کی مطبوعہ تقریر بخاری شریف میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

”میری بچی جو اس وقت صاحب زوج ہوچکی ہے جب وہ تین سال کی تھی تو دروازہ پر کھڑی تھی کہ ایک دم بجلی کڑکی مولوی نصیر الدین دروازہ پر تھے اس نے پوچھا کہ مولوی صاحب اس وقت کون سی دعا پڑھتے ہیں؟ وہ منہ دیکھنے لگے۔ اس نے کہا کہ میں نے تو اس لئے پوچھا کہ تم جلدی سے بتلادوگے اچھا اب میں تم کو بتلاؤں وہ دعا یہ ہے، ویسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ۔“

دوسرا واقعہ آپ بیتی میں حضرتؒ نے ان الفاظ کے ساتھ تحریر فرما رکھا ہے:

”میری ایک چھوٹی بچی تھی جب اس نے [illegible]

والدہ مرحومہ کے سر ہوگئی۔ چار پانچ سال کی عمر تھی چھوٹی سی بچی اس کا مناظرہ اور ضد، مجھے بھی بڑا ہی اچھا لگا اس نے کہا کہ الف زبر آ، نون زبر ن، آن / ب الف زبر با، نون زبر ن، بان / تان / ثان، اخیر تختی تک پڑھ کر جب اس کا نمبر آیا کہ ہمزہ الف زبر آ، نون زبر ن، آن تو اپنی والدہ مرحومہ سے الجھ پڑی اور بھولی بھالی زبان (جو مجھے) اب تک یاد ہے وہ بار بار الف، با کی تختی شروع سے پڑھتی اور حجت تمام کرتی، اور اخیر میں ہمزہ پر آ کر پھر جرح شروع کرتی کہ یہ آن کیوں ہے؟ ہمزان ہونا چاہئے بہت ہی صبح سے دوپہر تک اپنی ماں سے لڑتی رہی کہ یہ ہمزان کیوں نہیں بنتا، ماں کے پاس تو کوئی جواب نہیں تھا اس نے تو یہ کہہ کر اپنی جان بچائی کہ جب تیرے ابا آئیں گے ان سے پوچھنے، کہنے لگی کہ میں تو ہمزان ہی یاد کروں گی، دوپہر کو مقدمہ پیش ہوا، جواب میرے پاس بھی بجز اس کے کیا تھا کہ ابھی تو بچی ہے جب بڑی ہوگی تب پوچھنا''

☆ **بچپن کا ماحول**: والدہ مرحومہ اور ان کی تمام بہنوں اور سب سے بڑھ کر خود دمنا حضرت شیخؒ کا یہ دور عسرت وتنگی کا تھا، اگرچہ حضرتؒ کی سیدھی سادھی اور سادگی سے بھرپور حیات اور طرز حیات نے اس پر پردہ ڈال رکھا تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ گاہ بگاہ اس فقیر آمیز شاہی کے کچھ ایسے روشن نمونے سامنے آجاتے تھے جن سے حضرتؒ کی شان اصلاح وتربیت آشکارا ہوجایا کرتی تھی، چنانچہ میری والدہ مرحومہ کا یہ واقعہ اس کی مثال میں پیش کیا جاسکتا ہے، کہ بہت چھوٹی سی عمر میں ایک مرتبہ عید کے موقعہ پر ان کے پاس اپنے استعمال کے لئے نیا جوتا نہیں تھا انہوں نے اپنے قابل احترام والد سے نئے جوتے کی فرمائش کرڈالی یہ سن کر والد ماجد مرحوم نے ان کا پرانا جوتا لے کر اس پر اپنے ہاتھ سے سرسوں کا تیل لگا دیا جس سے اس پر وقتی طور سے کچھ چمک آگئی، اور پھر یہ فرما کر کہ "لو اب پہن لو یہ نئے بن گئے ہیں" والد کو دے دیئے اور انہوں نے اس کو خوشی خوشی اپنے پاؤں میں ڈال لئے۔

حضرتؒ کی یہ تمام تنگی وعسرت اتباع سنت کے احترام میں اختیاری تھی، اضطراری نہیں تھی، اور محبت نبوی کی بنیاد پر اس میں آپ کے قصد وارادہ کو دخل تھا، جبر اور مجبوری نہیں تھی، اور پھر آپ نے اس میں اپنے

اہل خانہ اور کم سن صاحبزادیوں کو بھی شامل فرما رکھا تھا، اس لئے کچھ ہی عرصہ بعد اللہ جل شانہ نے قبولیت اور مقبولیت سے ایسی سرفرازی عطا فرمائی کہ وہ عسرت وتنگی فرحت وشادمانی سے مبدل ہوگئی، اور پھر پرانے جوتے کو سرسوں کے تیل سے نیا بنا کر پہننے والی پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کشائش وکشادگی کی ایسی راہیں کھولی گئیں کہ چھ مرتبہ ان کو حرمین شریفین کی حاضری کی عزت سے نوازا گیا اور سخاوت وعنایت کا یہ حال تھا کہ (اپنے پہلے سفر حج کو چھوڑ کر) ان کے جتنے بھی حج ہوئے اس میں بڑے اہتمام اور ذوق وشوق کے ساتھ وہ نئے کپڑوں کے پچاس ساٹھ جوڑے بنا کر لے جاتیں اور ساکنان حرمین شریفین میں تقسیم کردیا کرتی تھیں۔

☆ **نکاح:** حضرت شیخ بچیوں کے نکاح وشادی کے معاملہ میں بہت زیادہ حساس رہ کر ہمیشہ تعجیل کو پسند فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اپنی صاحبزادیوں کے نکاح میں بھی آپ نے اس کا لحاظ فرماتے ہوئے ہمیشہ عجلت فرمائی، چنانچہ والدہ مرحومہ کو بھی جب کہ ان کی عمر سترہ سال تھی، مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ/ ۸ فروری ۱۹۵۰ء چہارشنبہ میں حضرت مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب سہارنپوری کے فرزند مولانا سید محمد الیاس صاحب مظاہری سہارنپوری سے منسوب کرکے رشتۂ ازدواج میں منسلک فرمادیا تھا، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ شدت بخار کے باوجود صرف نکاح پڑھانے کے لئے دیوبند سے تشریف لائے اور مہر فاطمی پر یہ نکاح پڑھایا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری مع دیگر حضرات مجلس نکاح میں تشریف فرما تھے۔

والدہ مرحومہ کے اس رشتۂ نکاح کی وضاحت میں حضرت شیخ آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں:

”حکیم الیاس کے متعلق حکیم ایوب صاحب مجھ سے کئی دفعہ کہہ چکے تھے میں ہر دفعہ یہ کہتا تھا کہ تمہارے سب بچوں میں حکیم الیاس سے مجھے جتنی محبت ہے اتنی کسی سے نہیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حکیم الیاس کو اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر دے ان کو بچپن سے مجھ سے بہت محبت تھی جب شادی کا ذکر تذکرہ بھی نہیں تھا اور میری دہلی کی آمدورفت بہت کثرت سے تھی تو حکیم الیاس اللہ ان کو بہت جزائے خیر عطا فرمائے دن اور رات میں محض ملنے کو اسٹیشن جاتا تھا، میں نے کئی دفعہ منع بھی کیا کہ محض ملنے کو نہ آیا

کرے۔'' (آپ بیتی جلد اول ص ۳۱۸)

انعقادِ نکاح سے ایک ماہ بعد والدہ مرحومہ کی رخصتی عمل میں آئی، حضرتؒ نے اس کی تفصیل بھی آپ بیتی میں ان الفاظ کے ساتھ سپردِ قلم فرمارکھی ہے:

''۸ر جمادی الاولیٰ ۶۹ ۱۳ھ ۲۶ر فروری ۱۹۵۰ء یکشنبہ کو میں نے عشاء کے بعد جب سب سونے کے واسطے لیٹ گئے اپنی بچیوں سے کہا کہ الیاس کی گھر والی کو چائے پلادیجیو، میرا خیال یہ ہے کہ اذان (فجر) پر میں خود پہنچادوں گا اور حکیم ایوب صاحب کے پاس آدمی بھیجا وہ بھی سونے کو لیٹ گئے تھے اس لئے کہ سردی کا زمانہ تھا، گیارہ بج چکے تھے میں نے مولوی عبدالمجید مرحوم کے ہاتھ کہلا کر بھیجا کہ اذان کے وقت میں مولوی الیاس کی گھر والی کو لے کر آؤں گا، گھر والوں سے کہہ دو کہ اذان کے وقت کوئی زنجیر کھٹکھٹاوے تو نام پوچھ کر دروازہ کھول دیں، کبھی مجھے دق (پریشان) ہونا پڑے، حکیم ایوب صاحب کا جواب آیا کہ مجھے تو انکار نہیں مگر تجھے اس وقت دقت ہوگی، اگر اجازت دے تو میں اور الیاس ایک رکشہ لے کر اس کو لے آویں اور کسی کو خبر نہ ہوگی، چنانچہ دوشنبہ کی صبح کو اذان کے بعد حکیم جی اور حکیم الیاس ایک رکشہ لے کر آگئے اور عزیزہ کو مع ایک دو عزیزوں کے جو یہاں موجود تھے لے کر چلے گئے، خود ان کے گھر والوں کو بھی صبح کی نماز کے بعد پتہ چلا کہ بیگم گھر میں آ گئی۔'' (آپ بیتی جلد اول ص ۳۱۹)

☆ **اولاد:** اس نکاحِ مسنونہ سے وجود میں آنے والے چار لڑکے اور لڑکیاں تو بالکل کم عمری میں ہی ذخیرۂ آخرت بن گئے تھے، بفضلہ تعالیٰ اب جو حیات ہیں وہ یہ ہیں۔

راقم سطور (سید محمد شاہد) مولوی حافظ سید محمد راشد، مولوی حافظ سید محمد نبیل، مولوی حافظ سید محمد ساجد، نیز تین بیٹیاں، ہمشیرہ طاہرہ خاتون، (اہلیہ مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی نظام الدین دہلی) ہمشیرہ ساجدہ خاتون، (اہلیہ مولانا مفتی محمد خالد صاحب سہارنپوری) ہمشیرہ زاہدہ خاتون، (اہلیہ مولانا قاری محمد نثار صاحب سہارنپوری)

☆ **اسفارِ حج:** حضرتؒ کی جملہ صاحبزادیوں نے حج فرض کی ادائیگی اپنے والد مخدوم کی حیات

میں کر لی تھی، چنانچہ والدہ مرحومہ بھی ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء میں اس فریضہ سے سبکدوش ہوگئی تھیں، خاندان کی دیگر مستورات اور صاحبزادیوں کے ساتھ پورے قافلہ کا یہ سفر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب، حضرت مولانا محمد افتخار الحسن صاحب زادمجدہ کی معیت میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی زیر قیادت وزیر سیادت ہوا تھا، ۱۶ر شوال ۱۳۷۴ھ/

۹ر جون ۱۹۵۵ء میں دہلی سے روانہ ہو کر براہ بمبئی جدہ ہوتے ہوئے مکہ معظمہ اور پھر ادائیگی حج کے بعد مدینہ منورہ میں چالیس یوم قیام کے بعد ۱۸ر صفر ۵/ر اکتوبر میں دہلی واپسی ہوئی، حضرت شیخ اس قافلے کے استقبال کے لئے ایک دن قبل مرکز نظام الدین دہلی پہنچ گئے تھے، اس حج فرض کے بعد والدہ صاحبہ مرحومہ نے ایک عمرہ اور چار حج کئے اور ان تمام سفروں میں بڑے ذوق وشوق وحلاوت کے ساتھ حرمین شریفین میں اپنا وقت گزارا۔

اس ایک عمرہ اور جملہ حجوں میں مولانا حکیم سید محمد الیاس صاحب آپ کے ساتھ رہے۔

☆ **شیخین جلیلین سے قلبی ربط وارتباط:** والدہ مرحومہ اوران کی چاروں بہنوں کا بچپن، ابتدائی نشوونما اور شادی بیاہ یہ سب اس دور سے وابستہ ہے جب کہ دیوبند میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اور رائپور میں امام وقت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے فیض وبرکات اور رشد وہدایت کا ایک دریا موجزن تھا، ان دونوں مقدس وبابرکت ہستیوں کی مسلسل آمدورفت چونکہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دولت کدہ پر ہوتی رہتی تھی اس لئے ان سب بہنوں کو حضرتؒ کے توسط اور واسطہ سے دعائیں لینے اور خدمت کرنے کے مواقع کثرت سے حاصل ہوتے تھے، اور خود حضرت کا معمول یہ رہا کہ وہ کسی بھی مسرت وخوشی یا رنج وغمی کے موقعہ پر اپنی جانب سے خطوط لکھ کر ان دونوں بزرگوں کو دعیہ صالحہ کی طرف متوجہ فرماتے رہتے تھے اور پھر سب کے جواب میں رشد وہدایت کی ان دونوں بارگاہوں سے مادی ہدایا وتحائف کے ساتھ دعاؤں کی سوغات اور اوراد ووظائف وتسبیحات جی لگا کر پڑھنے کی ہدایات بھی موصول ہوتی رہتی تھیں اور اس کے نتیجہ میں دینی تربیت واصلاح کی راہیں کشادہ ہوتی چلی جاتی تھیں۔

ان حضرات شیخین کی عنایات، شفقتوں اور فکری و قلبی توجہ و تعلق کا عالم یہ تھا کہ اگر صاحبزادیوں میں سے کوئی علیل ہو جاتی اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے اس کو معمولی علالت سمجھ کر دیوبند یا رائے پور خبر نہ کی جاتی تو اپنے ذرائع سے اطلاع پاتے ہی یہ حضرات سہارنپور تشریف لا کر سب سے پہلے عدم اطلاع کا شکوہ کرتے اور پھر مریضہ کے لئے دعائے صحت فرماتے۔ خود میری والدہ مرحومہ کے حوالے سے حضرت شیخ الاسلام کا ایسا ہی ایک محبت آمیز عتاب کا واقعہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کبیر میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں!

''آج ۱۵/ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ/۱۴/جون ۱۹۷۵ء میں جمعہ کی صبح کو جب کہ زکریا صبح کی نماز کے بعد مسجد سے گھر پہنچا تو دیکھا کہ شاہدہ گھر کے صحن میں ایک دم کھڑی گر گئی، بے ہوش گئی، بہت دیر میں ہوش آیا، ۲۸/ذی قعدہ پنجشنبہ کی شام کو حضرت مدنی مع ریحانہ دفعۃً بلا اطلاع شاہدہ کی عیادت کے لئے آئے اور اطلاع نہ کرنے پر عتاب فرمایا، جمعہ کی شام کو واپس تشریف لے گئے۔''

☆ **قرب وفات کے اشارے:** طبیعت وصحت کی بہتری کے زمانہ میں جب کہ علالت کی کوئی علامت بھی ظاہر نہیں ہوئی تھی، متواتر کچھ ایسے واضح اشارے اور منامات سامنے آئے جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ اب والدہ محترمہ کی زندگی کا چراغ زیادہ دن تک روشن نہیں رہ سکے گا، اور پھر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا کہ منامات اور اشارات آہستہ آہستہ واقعات اور مشاہدات بن کر سامنے آتے چلے گئے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے ان کی یہ کیفیت ہو چلی تھی کہ گھر میں جب بھی کسی کی موت وحیات کا تذکرہ چلتا تو بڑے وثوق سے کہہ دیا کرتی تھیں کہ ہم میاں بیوی میں پہلے میرا نمبر آئے گا، اور پھر اس کی وضاحت اس طرح کرتیں کہ میری ساری بہنیں اپنے اپنے شوہروں کی زندگی میں ہی اللہ کو پیاری ہوئیں پہلے آپا زکیہ گئیں پھر بھائی یوسف گئے پہلے آپا ذاکرہ گئیں پھر بھائی انعام گئے میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا کہ پہلے میں جاؤں گی۔

قرب وفات کی اطلاع کے طور پر متعدد منامات میں سے ایک منامی اشارہ تو یہ ہے کہ تقریباً ایک ماہ قبل

اللہ کی ایک بندی نے خواب میں بہت خوبصورت سرخ رنگ کا قبہ نما ایک مکان دیکھ کر معلوم کیا کہ یہ کس کا ہے تو جواب ملا کہ یہ شاہدہ کا ہے، دیکھنے والی نے اپنا یہ خواب صبح کو والدہ مرحومہ کو سنایا تو بے ساختہ بولیں، بس میرا تو قبہ تیار ہوگیا، میں تو اب جا رہی ہوں۔

❁ ایک اشارہ اس طرح سامنے آیا کہ وفات سے قبل خواب دیکھا گیا کہ حضرت شیخؒ والدہ مرحومہ کے گھر کے سامنے سے گزر کر تشریف لے جا رہے ہیں، خواب دیکھنے والی نے سلام مسنون کے بعد درخواست کی کہ گھر میں تشریف لے آئیں تو فرمایا ابھی نہیں، پچیس دن بعد آؤں گا اور پھر پورے پچیسویں دن والدہ مرحومہ نے وفات پائی۔

❁ اسی طرح مرض وفات میں ان کے دہلی پہنچنے کے دوسرے ہی دن دیکھا گیا کہ کوئی صاحب کہہ رہے ہیں کہ یہاں ان کو ان کی مٹی لے کر آئی ہے۔

☆ **علالت اور وفات**: والدہ محترمہ کو بفضلہ تعالیٰ زندگی بھر کوئی قابل فکر و تشویش عارضہ لاحق نہیں ہوا، صحت ہمیشہ صاف وشفاف رہی، چلنے پھرنے میں کسی قسم کی کوئی محتاجی بھی نہیں تھی، اعزہ واقارب کے گھروں میں بے تکلف پیدل آیا جایا کرتی تھیں۔

راقم سطور سے بقائمی ہوش وحواس ان کی آخری ملاقات ۱۹؍ربیع الثانی ۱۵؍اپریل بدھ میں مولانا مفتی خالد صاحب کے مکان پر بعد عصر مجلس درود شریف میں ہوئی، خاندان کی دیگر مستورات بھی اس میں شریک تھیں، اس وقت تک کسی خطرناک علالت کا کوئی اثر ان پر نہیں تھا.......... تاہم شب میں کسی وقت بخار کی شدت کے ساتھ جسم پر ورم ہوکر سانس کی آمد ورفت میں دشواری محسوس ہوئی۔ ایک دن گھر پر رہ کر علاج ومعالجہ کیا گیا، ان کے قدیمی معالج ڈاکٹر محسن ولی سے دہلی میں رابطہ کرکے دوائیں تجویز کرائی گئیں اس کے بعد سہارنپور کے مشہور معالج ڈاکٹر سنجیو کمار جین کے زیر علاج رہیں اسی عرصہ میں دہلی سے مولانا زبیر الحسن صاحب مع اہلیہ وعزیزان مولوی زہیر الحسن ومولوی صہیب الحسن وغیرہ عیادت کے لئے بھی آئے، دو دن تک کوئی فائدہ کی شکل نہ دیکھ کر ۲۰؍اپریل/۲۴؍ربیع الثانی دوشنبہ میں ایمبولینس گاڑی کے ذریعہ دہلی لے جاکر وہاں کے مشہور ومعروف ہسپتال ”رام منوہر لوہیا“ میں بغرض

علاج رکھا گیا، وہاں بھی تین یوم ایمرجنسی وارڈ میں رہ کر آئی۔ سی۔ یو۔ میں منتقل کر دی گئیں، ڈاکٹر محسن ولی صاحب کو اللہ جل شانہ بے حد جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اپنے تمام تعلقات واثرات استعمال کر کے علاج ومعالجہ میں کوئی بھی کوتاہی نہیں ہونے دی، اس عرصہ میں صحت میں برابر اتار چڑھاؤ ہوتا رہا، جس کے لئے بہت سی تدبیریں اختیار کی جاتی رہیں لیکن ہر تدبیر پر تقدیر غالب آتی گئی یہاں تک کہ ۶ ربجمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ/۲ رمئی ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ.........شام چار بجے داعی اجل کو لبیک کہہ کر عالم آخرت کو سدھار گئیں، اسی وقت جنازہ مرکز نظام الدین لایا گیا اور وہیں بعد نماز مغرب غسل وتکفین ہو کر بعد نماز عشاء ۱۲ بجے رکھمبہ میں حضرت مولانا محمد افتخار الحسن صاحب زید مجدہ کے حکم پر مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلوی کی زیر امامت نماز جنازہ ہو کر بستی حضرت نظام الدین کے قدیمی قبرستان پنج پیران میں صبح قیامت تک کے لئے بطور امانت سپرد خاک کر دی گئیں۔

سہارنپور، کاندھلہ، جلال آباد وغیرہ سے تمام اعزہ بروقت پہنچ گئے تھے، حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلہ سے حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب سہارنپور سے اپنے ضعف وعلالت طبع کے باوجود تشریف لے آئے تھے۔ رحمہا اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ اللہم اغفرلہا وارحمہا وادخلہا فی الجنۃ۔

ہندوستان کے تقریباً تمام شہروں اور صوبوں میں اہل تعلق ومحبت نے اپنے اپنے مدارس اور تبلیغی مرکزوں اور مسجدوں میں جمع ہو کر یٰسین شریف اور کلمہ طیبہ وغیرہ بڑی مقدار میں پڑھ کر والدہ مرحومہ کو اس کا ثواب بخشا، حرمین شریفین نیز ہندوستان، انگلینڈ، افریقہ، زمبیا، پاکستان، باربڈوز وغیرہ میں ہزار مرتبہ سے زائد کلام پاک ختم ہونے کی اطلاعات موصول ہوئیں، ہندوستان میں صرف ایک ہی صاحب نے اپنی نگرانی میں تین کلام پاک اور مدینہ منورہ میں ایک ہی صاحب نے اپنی نگرانی میں چالیس کلام پاک ختم کروائے، جنوبی افریقہ میں اسلامی ریڈیو کی نشریات میں ان کے انتقال کی خبر آجانے پر بڑی تعداد میں لوگوں نے تعزیتی فون کئے اور قرآن پاک ختم کئے۔

☆ **عادات ومعمولات**: روزمرہ کی متعینہ تلاوت قرآن پاک اور نوافل وغیرہ کے

ساتھ درود شریف، منزل حزب الاعظم اور حصن حصین کا خصوصی اہتمام تھا تمام گھروں میں گاہ بگاہ ہونے والے درود ماریہ، درود تنجینا اور قرآن پاک وغیرہ کے ختمات میں اہمیت کے ساتھ شرکت کرتیں۔ اپنے گھر میں بھی وقتاً فوقتاً ان ختمات کا اہتمام کر کے امت محمدیہ مرحومہ پر آنے والے مصائب کے خاتمہ کے لئے دعائیں کرتیں۔

❁ ہمارے لمبے چوڑے خاندان میں ہونے والی شادیوں اور تقریبات میں بہتر سے بہتر تحفہ بھیجنے کی کوشش کرتیں، کبھی کبھی خاموشی سے معلوم بھی کرالیتیں کہ تمہارے یہاں کی شادی میں میرا ارادہ فلاں سامان یا فلاں زیور بھیجنے کا ہے اگر یہ دلہن کے پاس موجود ہے تو ایسی دوسری چیز کوئی اور بتلادو جو اس کے پاس نہ ہو۔

❁ ماہ رمضان المبارک کی راتوں میں تمام شب بیدار رہ کر تراویح اور نوافل اور تلاوت قرآن پاک کا آخر تک وہی معمول رہا جس کا تذکرہ حضرتؒ نے اپنی تالیف فضائل رمضان میں کر رکھا ہے، اپنے چھوٹے چھوٹے نواسوں اور پوتوں سے باری باری نوافل پڑھواتیں اور خود اس میں شریک رہتیں۔

❁ ماہ رمضان المبارک میں عموماً عزیزان مولوی حافظ محمد نبیل سلمہ یا مولوی حافظ محمد ساجد سلمہ ان کو تراویح میں کلام پاک سنایا کرتے تھے اگر کبھی یہ دونوں عمرہ پر ہوتے یا شہر کی مسجد میں تراویح کے لئے متعین ہو جاتے تو پھر ان ہی کے ذمہ ہوتا تھا کہ وہ گھر کے لئے کسی اچھے سے حافظ کا انتظام کریں، اور والدہ صاحبہ مرحومہ پورے رمضان اس کی سحری وافطاری اور چائے کا نظم اپنے ذمہ رکھتیں، ختم قرآن پاک پر مٹھائی منگواتیں، حافظ کو نقد انعام کے ساتھ عید کے لئے نئے کپڑوں کا ایک جوڑا اس کے لئے تیار کراتیں۔

راقم سطور کی یادداشت میں ان کا کوئی رمضان ایسا نہیں ہے جو بغیر حافظ اور تراویح کے گذرا ہو۔

❁ ایک اہم بات (معلوم نہیں کہ اس کا لکھنا مناسب بھی ہے یا نہیں) یہ بھی کہ مخدومنا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ منامیہ بڑا قوی اور مضبوط تھا، بہت کثرت سے آپ کو خواب میں دیکھتیں اور ملنے والی ہدایات کی روشنی میں فیصلہ کرلیا کرتی تھیں، خود راقم سطور کو جامعہ مظاہر علوم کے سخت مشکل اور جاں گداز

••

معاملات میں اس کا بارہا تجربہ ہوا کہ صبح کو بلا کر کہہ دیا کرتی تھیں کہ رات بھائی جی آئے تھے، وہ یہ فرما گئے ہیں، کبھی اس طرح کہتیں کہ بھائی جی فرما رہے تھے کہ شاہد سے کہو فلاں جگہ کی خیر خبر لے وہاں گڑبڑ ہو رہی ہے۔

والدہ صاحبہ مرحومہ کو حق تعالیٰ شانہ بے حد جزائے خیر عطا فرمائے، جنت کی بہاریں اور نعمتیں مرحمت فرمائے کہ انہوں نے ہم سب بہن بھائیوں کی بہتر سے بہتر طور پر تربیت و نگرانی فرمائی ہمارے معاملات و مسائل کو بہت شوق اور ذوق کے ساتھ حل فرمایا موقع بموقع بہتر سے بہتر نصیحتیں کر کے ہمارے شعور و آگہی کو پختگی بخشی، چنانچہ یہ احقر جب کبھی اپنے ماحول اور گردوپیش کی شاہ خرچیوں یا فضول خرچیوں پر اپنے چھوٹوں کو تنبیہ کرتا تو وہ بہت ہنس کر یہ جملہ کہہ دیا کرتی تھیں کہ!

”شاہد تم اور زبیر دورِ فقر کی پیداوار ہو جب کہ یہ سب دورِ شاہی کی پیداوار ہیں، اس لئے تم دونوں کے اور ان سب کے مزاج میں فرق ہے“

العظمۃ للہ کہ ساری عمر ان کی محبت اور شفقت ہم بہن، بھائیوں کی اور عمر میں بڑے ہونے کے اعتبار سے راقم سطور کی سب سے زیادہ خدمت کرتی رہی، لیکن آہ کہ آج اس کے سوا کیا کہا جائے، اور کیا لکھا جائے کہ!

عمر بھر تیری محبت میری خدمت کر چکی
میں تری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی

ماہنامہ ملیہ میں تحریرات، مضامین بھجوانے کے لئے
دفتر ماہنامہ ملیہ
جامعہ ملیہ اسلامیہ، محلہ خالصہ کالج فیصل آباد پاکستان
E.Mail: milliafsd@hotmail.com
milliafsd@yahoo.com

نامے میرے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرکزی دفتر سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ — حوالہ نمبر ۲۰۰۹_۰۳_۸۶

دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال — تاریخ ۲۰۰۹_۳_۱۶

فون نمبر ۵۶۲۴۰۰_۰۵۴۳

قابل احترام ابن انیس مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اللہ پاک آپ کو خیر وعافیت سے رکھے۔ آپ کا ماہنامہ "ملیہ" حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ "امیر تنظیم الاخوان" کے تعمیل پر دیکھا۔ پڑھنے کا اتفاق ہوا، اور آپ کے خیالات جان کر بہت خوشی ہوئی۔

اللہ پاک آپ کے بزرگوں کی محنت کا اجر انہیں عطا فرمائے اور حالات برزخیہ میں درجات عطا فرمائے:

اللہ پاک ہمیں بھی دین کی خدمت کی انجام دہی کے لیے منتخب فرمائے۔

انشاءاللہ رابطہ رہے گا۔

عبدالقدیر اعوان۔ مہتمم مرکزی دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال

ابو معاویہ قاری جمیل الرحمن اختر۔ باغبان پورہ لاہور

بسمہ تعالیٰ

محترم ومکرم حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ امید ہے مزاج عالی بعافیت ہو نگے۔

ماہنامہ ''ملیہ'' باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے۔ جس پر تہہ دل سے شکر گذار ہوں۔ آپ کے ماہنامے میں پڑھنے کو بہت کچھ ملتا ہے۔ اور بہت عمدہ ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھار تو بہت ہی عمدہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ شمارہ ماہ مئی ۱۹۹۶ء میں ''کلمۃ الحبیب'' کے ذریعہ سے جہاں آپ نے ''کلمۃ الحق عند سلطان الجائر'' کا حق ادا کیا ہے وہاں اپنے اکابر سے تعلق رکھنے والے لاکھوں حضرات کے دل کی بات کی ترجمانی کی ہے۔ جس پر دل کے داعیہ پر مجبور ہو کر آپ کو مبارک دینے کے لیئے یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ اللّٰھم زد فزد۔ اس کے ساتھ امید رکھتا ہوں کہ آپ اس مشن کو جاری رکھیں گے۔ اللہ آپ کا اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

فقط جمیل الرحمن.....۹۶۔۵۔۶

MONTHLY MAGAZINE **Millia** FAISALABAD PAKISTAN

JAMIA MILLIA ISLAMIA

Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569

E-mail: milliafsd@hotmail.com Fax # 041-8724335

تعارف

جامعہ ملیہ اسلامیہ (المسجلہ)

بفیض: حضرت سید انور حسین نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

- ★ جامعہ ہذا حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ نے قیام پاکستان کے بعد قائم کیا۔
- ★ قیام پاکستان سے پہلے یہ جامعہ ہندوستان کے صوبہ مشرقی پنجاب کے شہر لدھیانہ میں مدرسہ اللہ والا اور بعد میں مدرسہ انوریہ کے نام سے دینی علوم کی ترویج کا کام سرانجام دیتا رہا ہے۔
- ★ جامعہ ہذا میں طلباء و طالبات کے لئے علوم دینیہ کی تعلیم کا مکمل انتظام ہے۔
- ★ جامعہ ہذا میں وفاق المدارس کے نصاب کے ساتھ بی اے تک تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔
- ★ جامعہ ہذا میں بیرونی طلباء بھی قیام پذیر ہیں ان کے قیام و طعام جملہ اخراجات کا جامعہ کفیل ہے۔

جامعہ کے شعبہ جات

برائے طلباء — درجہ کتب

برائے طالبات — درجہ کتب

وفاق المدارس کے نصاب کے ساتھ بی اے تک تعلیم

عامہ، خاصہ، عالیہ اور دورہ حدیث شریف

درجہ حفظ

4 سالہ نصاب میں حفظ کے ساتھ پرائمری تک تیاری

انگلش لینگویج، عربی لینگویج اور کمپیوٹر کی تعلیم کا خاص اہتمام

جامعہ ہذا کی تعمیرات کا کام ابھی کافی باقی ہے یہ کام اہل اسلام کے مالی تعاون سے ہی پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے۔

- ★ جامعہ کی مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی جامعہ گورنمنٹ سے کوئی امداد لے رہا ہے۔
- ★ جامعہ ہذا کے اخراجات اہل اسلام ہی پورے کرتے ہیں لہٰذا زکوٰۃ، خیرات، عطیات، صدقات اور چرمہائے قربانی سے جامعہ کی سرپرستی فرمائیں۔

زیر انتظام

مجلس منتظمہ مسجد مدرسہ والی محلہ خالصہ کالج، فیصل آباد

ترسیل زر اور رابطے کیلئے

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مہتمم جامعہ ملیہ اسلامیہ محلہ خالصہ کالج، فیصل آباد

041-8711569